1516

اینگلس لینن

بورژوا قوم پرستی

مارکس
اینگلس
لینن

پرولتاری
بین الاقوامیت
اور
بورژوا قوم پرستی

نویگ پبلشرز، چاندنی چوک، دہلی

١٩٧٨ء

پبلشر

نویگ پبلشرز، چاندنی چوک، دہلی

پرنٹر

سورن آفسیٹ پریس، نئی دہلی

قیمت : چار روپے

فہرست مضامین

پیش لفظ

سرمایہ داری سے سوشلزم کی جانب نوع انسانی کا عبور عہد حاضرہ کی اصل خصوصیت ہے۔ عالمی واقعات کی پیچیدگیوں اور متضاد کیفیتوں کے باوجود دو بنیادی رجحان نہایت ہی واضح طور پر ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ ایک طرف تو امن اور ترقی کی قوتیں اپنا دباؤ بڑھا رہی ہیں، عالمی سوشلزم اپنی صف بندی مستحکم کرتی جا رہی ہے اور قوموں کے مقدر پر اثر انداز ہونے کی اپنی صلاحیت میں اضافہ کر رہی ہے۔ دوسری طرف بورژوا نظریات داں اور سیاست داں عالمی سرمایہ داری کی صف بندی مضبوط کرنے، قوتوں کا تعلق باہمی اپنے حق میں تبدیل کرنے اور سماجی تعمیر نو کے عمل کی رفتار سست کرنے کی کوشش کئے جانے پر بضد ہیں۔ معاشی میدان عمل میں، سیاست میں اور نظریات میں دو دنیائیں، دو نظام ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں۔ نظریاتی زور آزمائی اور مقابلے میں جو سب سے زیادہ شدید اور ناقابل مصالحت ہوتی ہے بورژوازی اپنی امیدیں سب سے زیادہ قوم پرستی سے وابستہ کرتی ہے۔

تاریخی اعتبار سے بورژوازی اور پرولتاریہ کے درمیان ایک دوسرے کے مقابل صف آرائی سے مراد ہمیشہ بین الاقوامیت پسندی اور قوم پرستی کے درمیان جدوجہد رہی ہے۔ لینن نے لکھا ہے: "بورژوا قوم پرستی اور پرولتاری

بین الاقوامیت پسندی، یہ دو ناقابل مصالحت، مخالف نعرے ہیں جو پوری سرمایہ دار
دنیا کے دو بڑے بڑے طبقاتی ڈیروں سے مطابقت رکھتے ہیں اور قومی مسئلے
پر دو پالیسیوں کا (نہیں، بلکہ دو عالمی نقطہ ہائے نظر کا) اظہار کرتے ہیں[1]"۔

زیر نظر کتابچہ مارکس، اینگلس اور لینن کی ان تخلیقات پر مبنی ہے جن میں
انہوں نے پرولتاری بین الاقوامیت پسندی اور بورژوا قوم پرستی کی اصلیت،
کرداری خصوصیات اور مظاہر کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ تخلیقات آج بھی بڑی قدر و
قیمت رکھتی ہیں۔ آئیے پہلے چند الفاظ میں پرولتاری بین الاقوامیت پسندی اور
بورژوا قوم پرستی کی وضاحت کر دیں۔

بین الاقوامیت پسندی مزدور طبقے کے عالمی نقطۂ نظر کا، اس کے نظریات
اور نظری علم، مارکسزم لینن ازم کا جو ہمارے زمانے کا سب سے زیادہ ترقی پسند انقلابی
علم ہے، ایک ایسا جزو ہے جسے اس سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

پرولتاری بین الاقوامیت پسندی سے مراد ایک نظریہ، ایک پالیسی، ایک
سماجی تعلق، شعور اور تمام قومیتوں کے مزدوروں اور انقلابی تحریک میں اور سوشلزم
اور کمیونزم کی تعمیر میں ان کے ساتھیوں کے طبقاتی اتحاد اور یک جہتی کا احساس ہے
بین الاقوامیت پسندی مندرجہ ذیل اصولوں پر مبنی ہوتی ہے: مزدور
طبقے اور اس کی سیاسی جماعتوں کے قومی دستوں کی مساوات اور ان جماعتوں
میں رضاکارانہ اتحاد؛ مزدور طبقے اور عموماً محنت کش عوام کی سرگرمیوں میں بین الاقوامیت
پسندی اور حب الوطنی کا اور بین الاقوامی اور قومی عناصر کا اتحاد؛ ایک ملک
کے مزدور طبقے کے مفادات پر بین الاقوامی مزدور طبقے کے مفادات کی

---

[1] لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۲۰، صفحہ ۲۶

فوقیت، اور بورژوا قوم پرستی اور قومی علیحدگی کے رجعت پسند نظریات
کے خلاف غیر مصالحانہ جدوجہد۔

بورژوا قوم پرستی، پرولتاری بین الاقوامیت پسندی کے قطعی برعکس ہوتی ہے۔ یہ بورژوازی کے نظریے کا، اس کی پالیسی اور سرگرمی کا ایک حصہ ہوتی ہے قومی احساس اور ذہنیت پر قوم پرستانہ تصورات خاصے اثر انداز ہوتے ہیں۔ قومی خصوصیات کو قوم پرستی ایک قابل پرستش شے کی حیثیت دے دیتی ہے اور قومی اجزائے ترکیبی کو سماجی اور طبقاتی اجزار پر جو سماج کی مجموعی بناوٹ کا تعین کرتے ہیں، فوقیت دیتی ہے۔

رجعت پسندانہ تصورات جو بورژوا قوم پرستی میں ازلی ہوتے ہیں، قومی تنگ نظری اور علیحدگی کی اور اکثر قوموں میں دشمنی اور نفرت کی طرف لے جاتے ہیں۔

پرولتاری بین الاقوامیت پسندی اور بورژوا قوم پرستی میں ماہیت اور سماجی کردار کے اعتبار سے بُعد المشرقین ہوتا ہے۔ یہ حقیقت اس پس منظر سے پہلے ہی متعین ہو جاتی ہے جس میں یہ دونوں ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

قوم پرستی سماجی ارتقا کا نتیجہ ہوتی ہے نہ کہ قومی ارتقا کا، جیسا کہ بورژوا نظریات داں دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ نجی ملکیت کے حاوی ہونے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اقتدار حاصل کرنے کی کشمکش میں قوم پرستی ہمیشہ بورژوازی کے خاص حربوں میں سے ہوتی ہے۔ برسر اقتدار آتے ہی بورژوازی، بقول مارکس "خود اپنے تمام دعووں کو قومی لبادہ پہنانے"[1] میں کمال مہارت کا ثبوت دیتی ہے۔ آج کل بھی

---

[1] کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس، پیرس کمیون پر، (انگریزی ایڈیشن) دارالاشاعت ترقی، صفحہ ۱۶۷

جبکہ بقول لینن "معروضی طور پر ایسے عمومی قومی فرائض موجود ہی نہیں ہیں جن کی تکمیل کی جائے"[1]. بورژوازی اس لبادے کو کام میں لاتی ہے۔ قوم پرستی اور جارحیت پسند قوم پرستی کی مدد سے وہ ہر طرح کوشش کرتی ہے کہ محنت کش عوام طبقاتی بیداری کی جگہ قومی احساس کو دیدے اور اس طرح تمام طبقوں میں مفادات کی یکسانیت کی مشابہت پیدا کر دے۔

اپنے زمانے میں مارکس نے خبردار کیا تھا کہ جارحیت پسند قوم پرستی "محنت کش طبقوں کی نجات کی پہلی شرط یعنی ان کے بین الاقوامی تعاون کو روکنے کا ایک ذریعہ ہے"۔[2]

پہلے کی طرح آج بھی بورژوا نظریات داں دعوے کرتے ہیں کہ پرولتاری بین الاقوامیت پسندی قومی مفادات کے برعکس ہوتی ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ بین الاقوامی مفادات قومی مفادات کے مخالف نہیں ہوتے۔ وہ تو حقیقی معنوں میں ترقی پسند اس سماجی اور قومی نشوونما کے رجحان کا اظہار کرتے ہیں جو تمام قوموں میں مشترک ہوتا ہے۔

سوشلسٹ ملکوں میں سماج کے ارتقا کی موجودہ منزل اور وہاں کی اصل زندگی سے انتہائی واضح طور پر اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ بین الاقوامیت پسندی جو پہلے پہل الگ الگ ملکوں میں مزدور طبقے کے مفادات اور مرضی کی عملی صورت کی حیثیت سے نمودار ہوئی اور جس نے پختگی حاصل کر کے ان ملکوں کے ارتقا کے ایک پہلو کی صورت اختیار کر لی، روز افزوں پیمانے پر

---

[1] لینن۔ مجموعۂ تصانیف، جلد ۲۳، صفحہ ۵۹

[2] کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس، پیرس کمیون پر (انگریزی ایڈیشن)، صفحہ ۱۶۷

اس سماجی ترقی کے ایک علیحدہ عنصر کی صورت اختیار کرتی جارہی ہے جو خود اپنی تمام تر خصوصیات سمیت مزدور طبقے کے تاریخی نصب العین کو واضح کرتی ہے۔

الگ الگ قوموں کے ارتقا سے براہ راست تعلقات قائم رکھنے اور اس ارتقا میں ہر طرح حصہ لینے کے ساتھ ہی ساتھ بین الاقوامیت پسندی قومی حد بندیوں کو مسلسل اور بتدریج توڑ رہی ہے، اور پختگی حاصل کر چکنے والے سوشلزم کے حالات میں خاص طور سے ایک ایسا عنصر بنتی جارہی ہے جو سماجی ترقی کا تعین کرتا ہے۔

بین الاقوامیت پسندی کا دائرۂ عمل متواتر وسیع ہوتا جارہا ہے۔ وہ الگ الگ ملکوں میں سماجی ارتقا کے پہلوؤں کا ہی احاطہ نہیں کرتی بلکہ ان کی قومی زندگی کی سرحدوں کو بھی پار کر لیتی ہے۔ ساری دنیا میں، خاص طور سے سوشلسٹ برادری میں جو بین الاقوامیت پسندی کے اصولوں پر ہی پروان چڑھتی ہے، مزدور طبقے کی سرگرمیاں اِن ہی اصولوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ وہ ان سب چشموں کو یکجا کرنے کی بنیاد ہوتے ہیں جو عالمی انقلابی عمل کے دریا کی تشکیل کرتے ہیں۔

★ ★ ★

زیرِ نظر کتابچہ قارئین کو اگر آج کی بین الاقوامیت پسندی اور قوم پرستی کو بہتر طریقے سے سمجھنے میں مدد دے تو اس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

بورژوا نظریات داں اور سیاست داں قوم پرستی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لئے ہر طرح کی دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ دعویٰ کرتے ہیں کہ نوع انسانی کو متحد کرنے کا عمل عہد حاضرہ میں قوم پرستی کی بنیاد پر ہی انجام پا رہا ہے۔ (ایچ۔ کوہن) اوروں کا خیال ہے کہ قوم پرستی آج کی

بلا شبہ سب سے زیادہ زوردار سیاسی قوت ہے (پی. ورلڈ، کچھ اور ہیں جو کہتے ہیں کہ نوع انسانی عالمی اتحادِ قوم پرستی کے دور سے گزر رہی ہے (اے. ڈھیکر اور ڈی. جارڈن) اس قسم کے دعووں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مصنفین میں احساس حقیقت کا فقدان ہے۔ وجہ یہ کہ قومی اجزائے ترکیبی کی اہمیت کے باوجود اٹل سماجی تبدیلیاں اور بین الاقوامی تعلقات کی تقویت نوع انسانی کی ترقی پر انتہائی فیصلہ کن طریقے سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ مگر اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ قوم پرستی سے خطرے کا اصلیت سے کم اندازہ لگایا جائے۔

سوشلزم اور کمیونسٹ تحریک کے خلاف اپنی لڑائی میں بورژوا نظریات دانوں اور بورژوا پروپگنڈے نے قوم پرستانہ رجحانات خصوصاً ان رجحانات پر ہی سب سے زیادہ بھروسہ کیا ہے جو سوویت دشمنی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ مختلف قسموں کی قومی "مارکسزم" کے ناگزیر ظہور سے، کمیونسٹ تحریک کے ارتقا میں کثیر مرکزیت سے اور سوشلزم کے "قومی نمونوں" اور "قومی کمیونزم" کو جائز قرار دینے سے امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں۔

بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کو، عالمی سوشلزم کے نصب العین کو اور عالمی انقلابی عمل کے ارتقا کو ماؤ پرست گروہ کی عظیم طاقتی چودھراہٹ جمانے کی پالیسی سے بڑا نقصان پہنچا ہے۔

ماؤ کے حامیوں کی قوم پرستی ایک پیچ در پیچ اور کثیر رخی مظہر ہے۔ اس کا سرچشمہ روایتی چینی نسلی خود پسندی میں، جس نے قومی آزادی کے لئے چین کے عوام کی مدتوں پرانی جدوجہد کے دوران میں پیدا ہونے والی قوم پرستی میں خاص کردار ادا کیا تھا، مزدور طبقے کی تنظیمی اور نظریاتی کمزوری میں، متوسط طبقے کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں، مارکسزم لینن ازم سے اور

پرولتاری بین الاقوامیت پسندی سے چین کی کمیونسٹ پارٹی کی قیادت کی
بے توجہی اور بے جا استفادے میں مضمر ہے۔

ماؤ کے حامیوں کی قوم پرستی جو اپنی ابتدا کے اعتبار سے پیٹی بورژوا ہے،
ایک طرح کی "انقلابی جارحیت پسند قوم پرستی" میں تبدیل ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ
ہی چین کے اندر بھی اور چین کے باہر بھی ماؤ کے حامیوں کی قوم پرستی اپنی
اصلیت یا اپنی ہیئت کے اعتبار سے سرتاپا بورژوا قوم پرستی سے نہ صرف یہ کہ
مختلف نہیں ہوتی بلکہ کئی طریقوں سے وہ سامراجی جارحیت پسند قوم پرستی سے
کھلے بندوں اپنا تعلق قائم کر لیتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ماؤ کے حامیوں کا عقیدہ
ہے کہ خود کو عظیم طاقت منوانے کے، جارحیت پسند قوم پرستی کے اور چودھراہٹ
جتانے کے اپنے مقاصد پورے کرنے کے لئے انہیں کوئی بھی ذریعہ استعمال کرنے
سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ سوویت دشمنی کی بیہودہ مہم چلاتے ہیں اور
مزدوروں اور کمیونسٹوں کی بین الاقوامی تحریک پر، عالمی سوشلسٹ نظام اور
مظلوم قوموں کی قومی آزادی کی جدوجہد پر اقتدار حاصل کرنے کی سرگرم جستجو کر رہے
ہیں۔ بین الاقوامیت پسندی سے وفاداری کے ان کے اعلانات کے ساتھ ہی
ساتھ چین کے اندر چھوٹی چھوٹی قومیتوں اور قومی گروہوں کو زبردستی جذب
کر لینے کا عمل اور غیروں کے علاقوں پر اپنا حق جتانے کے دعوے جاری ہیں۔

لیکن زندگی کے حقائق سوشلزم اور کمیونزم کے اُن ظاہر اور مخفی دشمنوں کے منصوبے
خاک میں ملا دیتے ہیں جو قوم پرستی اور جارحیت پسند قوم پرستی سے اپنے مقاصد پورے
کرانے پر تکیہ کرتے ہیں۔ سوشلسٹ برادری کے ممالک جو بین الاقوامیت پسندی
کے اصولوں کے وفادار ہیں، بتدریج مسلسل زیادہ متحد ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی
تصدیق ان کے باہمی تعاون کے دائرے کی بے نظیر وسعت سے اور سوشلسٹ

معاشی وابستگی کے پروگرام کی تعمیل میں ان کی کوششوں سے ہوتی ہے۔ کثیر قومی سوشلسٹ ریاستوں میں قوموں کا اتحاد واقعی ناقابل تسخیر ہے۔ اس کی واضح مثال خود سوویت یونین ہے جہاں ایک نئی سماجی اور سیاسی ہستی، سوویت قوم، نمودار ہوئی ہے۔ قوموں کی ایک ایسی برادری جو جذبے کے لحاظ سے نہایت گہری بین الاقوامیت پسند ہے۔

بین الاقوامی مزدوروں کی تحریک میں قوم پرستی کے خلاف لڑنے کا فریضہ اب روز بروز زیادہ اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اجارہ داری کی حکمرانی کے خلاف مزدوروں کی جدوجہد میں ان کے اتحاد کو توڑنے کے لئے رجعت پسند قوم پرستی سے بورژوازی استفادہ کرتی ہے۔

کیا قوم پرستی یکساں ہوتی ہے؟ اس سوال کا اور دوسرے بہت سے سوالوں کا جواب زیرنظر کتابچے میں ملے گا۔ قومی تعلقات کے بہت سے مسئلے جو آج نمایاں حیثیت اختیار کر گئے ہیں، وہ مارکس، اینگلس اور لینن کے زمانے میں کم و بیش شدت اختیار کر چکے تھے۔

مثلاً لینن نے واضح کیا تھا کہ "عمومی انداز میں قوم پرستی کے مسئلے کو مجرد انداز میں پیش کرنا قطعی بیکار ہے"[1] انہوں نے ہمیں ظالم قوم کی قوم پرستی اور مظلوم قوم کی قوم پرستی کے درمیان تمیز کرنے کی تعلیم دی تھی، مختلف قسموں کی رجعت پسندانہ قوم پرستی ("سیاہ صد"، کلیسائی، بورژوا، اعتدال پسند بورژوا وغیرہ) کا تجزیہ کیا تھا اور واضح کیا تھا کہ جب معاملہ ظلم و استبداد کے خلاف جدوجہد کرنے کا ہو تو عام جمہوری ماہیت کو جو مظلوم قوم کی کسی بھی بورژوا قوم پرستی میں موجود ہوتی ہے،

---

[1] لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۳۶، صفحہ ۶۰۷

ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ ہر قسم کی قوم پرستی پر اپنے مکرر حملوں میں لینن نے زور دے کر واضح کیا تھا کہ قوم پرستی کی اس طرح کی قسموں کا جیسے کہ کھلے بندوں بورژوا قوم پرستی اور جارحیت پسند قوم پرستی، پیٹی بورژوا قوم پرستی اور اس قوم پرستی کا جسے لینن نے "خالص، مصفا، قطعی، سوشلزم تک پہنچنے والی" کے نام سے موسوم کیا تھا، ہمیں ضرور شمار میں رکھنا چاہیئے کہ وہ کتنی رجعت پسند یا جمہوری ہیں۔

قوم پرستی میں موقع پرستی اور ترمیم پسندی کی مختلف آمیزشوں پر غور کرتے ہوئے لینن نے موخر الذکر کی سماجی قوم پرستی، سماجی جارحیت پسند قوم پرستی اور انقلابی جارحیت پسند قوم پرستی جیسی قسموں کو چھانٹ کر علیحدہ کر لیا تھا۔ انہوں نے زور دے کر کہا تھا کہ جو شخص قوم پرستی کا رویہ اپناتا ہے وہ "تمام قوموں، تمام نسلوں اور تمام زبانوں کے پرولتاریوں کو یکجا کرنے اور ان کے اتحاد کے شاندار نعرے کو گھٹا کر صفر کر کے رکھ دیتا ہے"[۵۱]

مارکسزم لینن ازم کی بنیادی تخلیقات میں واضح کیا گیا ہے کہ اپنے ارتقا کے دوران میں سرمایہ داری کے لئے قومی علیحدگی کے نظام کو مٹا دینا ناگزیر ہوتا ہے۔ بورژوازی کی خواہش کے برعکس وہ مزدوروں کے درمیان معروضی بین الاقوامیت پسندانہ رشتے پیدا کرتی ہے اور پرولتاری جماعتیں مزدوروں کو بین الاقوامیت کی تعلیم دے کر ان رشتوں کو مضبوط کرتی ہیں۔

پرولتاری بین الاقوامیت کے اصولوں کو مارکس نے "جان ڈالنے والا اصول"[۵۲]

---

[۵۱] لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۶، صفہ ۵۲۱

[۵۲] کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس۔ انتخاب تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۲، صفہ ۲۹۳

کہا تھا۔ انھوں نے زور دے کر کہا تھا کہ مختلف ملکوں کے مزدوروں کو نہ صرف اپنے اعتقادات اور احساسات کے لحاظ سے بلکہ عمل میں بھی ایک دوسرے کا بھائی اور رفیق کار ہونا چاہئے۔ اپنی باری میں لینن نے کہا تھا: "اصل بات بین الاقوامیت کا اعلان کرنا نہیں بلکہ عملی طور پر، انتہائی صبر آزما زمانے میں بھی بین الاقوامیت پسند ہونے کے قابل ہونا ہے۔"[1]

★ ★ ★

سامراجی بورژوازی کو احساس ہوگیا ہے کہ مزدوروں کی بین الاقوامی تحریک پہلے کی بہ نسبت اب کہیں زیادہ خطرناک مدمقابل بن گئی ہے۔ یہ تحریک اب عالمی سوشلسٹ نظام اور قومی آزادی کی تحریک سے ہم آہنگ ہوکر عمل کرتی ہے۔

تو پھر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ سماجی جوڑ توڑ کی پالیسی میں نظریاتی الٹ پھیر کے ذریعے شدت پیدا کردی گئی ہے، اور اسی میں قوم پرستی کو ابھارنا بھی شامل ہے جس کے متعلق بورژوا نظریات داں کھلے بندوں دعویٰ کرتے ہیں کہ اس سے سوشلزم کی جانب مزدور طبقے کی پیش قدمی کے راستے میں رکاوٹ کھڑی ہوجاتی ہے۔

قوم پرستی کا تذکرہ کرتے ہوئے صیہونیت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جس کا مزدوروں کی بین الاقوامی تحریک پر بلاشبہ ضرر رساں اثر پڑا ہے۔ اس کے نظریات دانوں کے تردیدی دعووں کے باوجود صیہونیت کا مسئلۂ یہود کو حل کرنے کی جدوجہد سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

عالمگیر قومِ یہود کے وجود کے نظریے کا پروپگنڈہ کرنے والے صیہونی خود اسرائیل میں یہودی آبادی کو متحد کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اگرچہ اسرائیل

---

[1] لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۲۴، صفحہ ۸۲

یں یہودی قوم کی در حقیقت تشکیل پانے کا عمل ابھی جاری ہے، افریقی اور ایشیائی نسب کے یہودیوں کو جو ملک کی قریب قریب دو تہائی آبادی کی تشکیل کرتے ہیں، دراصل ذات باہر کر دیئے جانے والوں کی حالت میں مبتلا کر دیا گیا ہے، جبکہ یورپی یا امریکی نسل سے تعلق رکھنے والے یہودیوں کو مراعات یافتاؤں کا درجہ حاصل ہے۔

مزدوروں کی بین الاقوامی تحریک کو اگر مزید ترقی کرنی ہے تو قوم پرستی اور جارحیت پسند قوم پرستی پر عبور حاصل کرنا اب قطعی فوری مسائل میں سے ہو گیا ہے۔ قوم پرستی پر عبور حاصل کرنے کے لئے، اجارہ دارانہ سرمائے کے خلاف اتحاد کے لئے مزدوروں کی متفقہ جدوجہد سے ہی "اس نئی طرز زندگی کی جانب جو تمام خصوصی رعایات اور تمام استحصال سے بیگانہ ہو، نوع انسانی کے ارتقا[1] کو بڑھاوا دیا جا سکتا ہے۔

لینن کے اس قول کا بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک اور مزدوروں کی تحریک اور تیسری دنیا کے ملکوں میں قومی آزادی کی تحریک دونوں پر تعمیری طور سے اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے سامراجی مختلف ذرائع اختیار کرتے ہیں مگر قوم پرستی پر وہ خاص طور سے تکیہ کرتے ہیں سب جانتے ہیں ان خطّوں میں کس قسم کی قوم پرستی ہے جو انقلابی جمہوری عناصر کا اثر روز افزوں وسیع پیمانے پر محسوس کر رہے ہیں اور قومی آزادی کے لئے قوموں کی جدوجہد میں محرک قوت ہے اور تمام سامراج دشمن قوتوں کو یک جا وصف آرا کر رہی ہے، پھر بھی قوم پرستی کی یہ قسم قومی علیحدگی، تنگ نظری اور

---

[1] لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۲۰، صفحہ ۲۲

الگ تھلگ رہنے کے رجحان سے پاک نہیں ہے۔ ان ملکوں میں یہ رجحانات اور بھی زیادہ طاقت ور ہو جاتے ہیں جہاں طبقاتی درجہ بندی کے پیچ در پیچ عوامل رونما ہو رہے ہیں۔ مذہبی بورژوازی، جاگیر دار حکمراں اور دوسرے سماجی گروہ اس خوف سے اپنا تعلق سامراج دشمن تحریک سے توڑ لیتے ہیں کہ کہیں ان کا ملک ارتقا کا غیر سرمایہ دارانہ، سوشلسٹ راستہ اختیار نہ کرلے۔

قومی آزادی کی تحریک کے موجودہ مرحلے میں جبکہ بہت سی قومیں قومی آزادی کی جدوجہد سے گزر کر سماجی ارتقا کا نیا راستہ بنانے کی جدوجہد کے دور میں داخل ہو رہی ہیں، تو نوخیز قومی ریاستوں کے مشترک محاذ کے اندر انتہا پسندی، سازش، تنہائی پسندی اور علیحدگی اور مزدوروں کی بین الاقوامی تحریک اور عالمی سوشلزم سے قطع تعلق کر لینے جیسی کجرویوں پر عبور حاصل کر لینا لازمی ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس قسم کا مظہر سماجی ترقی کے مواقعات کی جڑیں معروضی طور پر کھوکھلی کر دے اور سامراجی رجعت پسندی سے تعلق قائم کر لینے کی جانب لے جائے، خواہ وہ رضاکارانہ ہو یا نہ ہو۔

★ ★ ★

نئے حقیقی معنوں میں ترقی پسند سماجی نظام کی جانب نوع انسانی کا عبور صرف پرولتاری بین الاقوامیت کے پرچم تلے ہی، صرف اسی صورت میں ہی ممکن ہے جبکہ قوم پرستی کے مخرب اثر کو دبا دیا جائے۔ پرولتاری بین الاقوامیت پسندی کا کردار اس وقت بڑھ جاتا ہے جبکہ سماج کی از سر نو تعمیر میں وہ دن بہ دن زیادہ با اثر عنصر بننے لگتا ہے۔ بین الاقوامیت پسندی کارگر حربہ، عالمی انقلابی عمل اور اس کی راہنما قوت یعنی عالمی کمیونسٹ تحریک کے اتحاد کی بنیاد بن چکی ہے۔ مارکسی لینینی جماعتیں اور بین الاقوامی مزدور طبقہ پرولتاری بین الاقوامیت

پسندی کے اصول کی بدستور وضاحت کئے جارہے ہیں۔ وہ ماہیت میں مالامال اور ہیئت میں متنوع ہوتی جارہی ہے۔

صرف مزدور طبقہ ہی نہیں بلکہ اس کے اتحادی بھی اپنی پالیسی اور سماجی معمولات کو پرولتاری بین الاقوامیت پسندی پر مبنی کرتے ہیں۔ سماجی ترقی کے لئے قوموں کی جدوجہد کے دوران میں قوم پرستی اور بین الاقوامیت پسندی کے، جمہوریت اور سوشلزم کے نئے مجموعے ظہور میں آتے ہیں۔ تمام ملکوں کے پرولتاری اور اس کی عوامی تنظیموں کے طبقاتی اتحادوں کے ساتھ ہی ساتھ تعلقات میں وسعت بھی آتی ہے اور کسانوں، دانشوروں، نوجوانوں، بہت ساری جمہوری تنظیموں اور امن و ترقی کے لئے کام کرنے والی تمام قوتوں سے مختلف صورتوں میں اتحادِ عمل بھی قائم ہوتا ہے۔

۱

تمام قوموں اور ملکوں کے مزدوروں کا بین الاقوامی اتحاد

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس

کمیونسٹ پارٹی کا مینی فیسٹو

(اقتباس)

پہلے کے تمام طبقوں نے جب کبھی غلبہ پایا تو اپنے حاصل کئے ہوئے مرتبے کو پائدار بنانے کے لئے پورے سماج کو اپنے نظام تصرف کے تابع کر دینا چاہا۔ پرولتاری جب تک خود اپنے سابقہ طریقۂ تصرف کو، علیٰ ہذا تصرف کے ہر سابقہ طریقے کو منسوخ نہ کر ڈالیں، سماج کی پیداواری قوتوں کے مالک نہیں بن سکتے۔ ان کا اپنا کچھ نہیں جسے قائم رکھنا اور محفوظ رکھنا ہو، ان کا مقصد صرف انفرادی ملکیت کے جملہ سابقہ تحفظات اور ضمانتوں کو مٹانا ہے۔

پہلے کی تمام تاریخی تحریکیں اقلیتوں کی تحریکیں تھیں یا اقلیتوں کے مفاد میں تھیں۔ پرولتاری تحریک بہت بڑی اکثریت کی ذی شعور، خود مختار تحریک ہے، بہت بڑی اکثریت کے مفاد میں ہے۔ پرولتاریہ جو ہمارے موجودہ سماج کے سب سے پست درجے میں ہے، مروجہ سماج کے تمام بالائی درجوں کو ہوا میں اچھال پھینکے بغیر جنبش بھی نہیں کر سکتا، خود کو سربلند نہیں کر سکتا۔

بورژوازی سے پرولتاریہ کی جد و جہد معنوی طور پر تو نہیں مگر ہیئت کے اعتبار سے شروع شروع میں قومی جد و جہد ہوتی ہے۔ ہر ملک کے پرولتاریہ کو، بلاشبہ سب سے پہلے خود اپنی بورژوازی سے نبٹنا چاہیئے . .

مزدور طبقے کی دوسری جماعتوں سے کمیونسٹوں کا امتیاز صرف یہ ہے کہ:
(۱) مختلف ملکوں کے پرولتاریوں کی قومی جدوجہد میں وہ تمام قومیتی امتیاز سے بے نیاز ہو کر پورے پرولتاریہ کے مشترک مفادات کی نشاندہی کرتے اور انہیں ابھار کر سامنے لاتے ہیں۔ (۲) بورژوازی کے خلاف مزدور طبقے کی جدوجہد کو اپنی نشو و نما کے جن مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے ان میں وہ ہمیشہ اور ہر جگہ تحریک کے مجموعی مفاد کی ترجمانی کرتے ہیں۔

چنانچہ ہر ملک میں مزدور طبقے کی جماعتوں کے اندر ایک طرف تو کمیونسٹ عملی طور پر سب میں پیش پیش اور ثابت قدم ہوتے ہیں، وہ حصہ جو اوروں سبھوں کو بڑھائے لئے چلتا ہے؛ دوسری طرف نظری اعتبار سے، پرولتاریہ کے انبوہ کثیر پر انہیں پرولتاری تحریک آگے بڑھنے کا راستہ پہچاننے، اس کے حالات اور انجام کار عمومی نتائج واضح طور پر سمجھنے کی فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

کمیونسٹوں کا فوری مقصد وہی ہے جو دوسری پرولتاری جماعتوں کا ہوتا ہے: ایک طبقے کی صورت میں پرولتاریہ کی شیرازہ بندی کرنا، بورژوا اقتدار کا تختہ پلٹنا، سیاسی اقتدار پر پرولتاریہ کو قبضہ دلانا۔

کمیونسٹوں کے نظری نتیجے کسی طرح بھی ایسے خیالات یا اصولوں پر مبنی نہیں ہیں جو عالمگیر مصلح بننے کا خواب دیکھنے والے کسی فرد کی ایجاد یا تلاش ہوں۔

وہ تو فقط ان حقیقی تعلقات کو عام الفاظ میں پیش کرتے ہیں جو موجودہ طبقاتی جدوجہد سے، خود ہماری آنکھوں کے سامنے جاری ایک تاریخی تحریک سے ابھر کر سامنے آئے ہیں . . . .

پھر کمیونسٹوں پر ایک الزام یہ ہے کہ وہ ملکوں اور قومیت کو مٹانا چاہتے ہیں۔

1516

کامگاروں کا کوئی ملک نہیں ہوتا، جو چیز ان کے پاس ہے نہیں وہ ان سے ہم لے نہیں سکتے۔ چونکہ پرولتاریہ کو سب سے پہلے سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہے، ترقی کر کے قوم کا سرکردہ طبقہ بننا ہے، خود قوم بن جانا ہے، اس لئے اس حد تک وہ خود قومی ہے، مگر اس نقطے کے بورژوا معنوں میں نہیں۔

بورژوازی کی نشو و نما، تجارت کی آزادی، عالمی منڈی، طریقہ پیداوار کی اور اس کے مطابق حالات زندگی کی یکسانیت کے باعث قومی اختلافات اور قوموں کے درمیان تنازعات روز بروز غائب ہوتے جا رہے ہیں۔

پرولتاریہ کا اقتدار اعلیٰ قائم ہونے پر وہ اور بھی تیزی سے غائب ہو جائیں گے۔ کم از کم سرکردہ تہذیب یافتہ ملکوں کا متحدہ عمل پرولتاریہ کی نجات کے لئے اولین شرائط میں سے ہے۔

جس نسبت سے ایک فرد کے ہاتھوں دوسرے کی لوٹ ختم ہو گی اسی نسبت سے ایک قوم کے ہاتھوں دوسری قوم کی لوٹ کا خاتمہ ہو گا جس مناسبت سے قوم کے اندر طبقوں کے درمیان نزاع دور ہو گا اسی نسبت سے ایک قوم کی دوسری قوم سے دشمنی ختم ہو جائے گی۔ . . .

مختصر یہ کہ موجودہ سماجی اور سیاسی نظام کے خلاف کمیونسٹ ہر جگہ ہر انقلابی تحریک کی حمایت کرتے ہیں۔

ان تمام تحریکوں میں سے ہر ایک میں وہ ملکیت کے سوال کو پیش پیش رکھتے ہیں، خواہ اس وقت وہ اپنی نشو و نما کے کسی مرحلے میں ہو۔

اور سب سے آخر میں یہ کہ وہ ہر جگہ تمام ملکوں کی جمہوری جماعتوں کے اتحاد و نفاق کی جستجو کرتے رہتے ہیں۔

اپنے خیالات و مقاصد کو چھپانا کمیونسٹ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ وہ

برملا اعلان کرتے ہیں کہ ان کا اصل مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جبکہ موجودہ سماجی حالات کو بزور پلٹ دیا جائے۔ کمیونسٹ انقلاب کے خوف سے حکمراں طبقے لرزہ براندام رہیں۔ پرولتاریہ کو اپنی غلامی کی زنجیروں کے سوا کچھ نہیں کھونا اور جیتنے کو ساری دنیا پڑی ہے۔

ساری دنیا کے مزدورو، ایک ہو جاؤ!

دسمبر ۱۸۴۷ - جنوری ۱۸۴۸ء میں لکھا گیا۔

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس
انتخاب تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد اول، صفحہ ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۴-۱۲۵، ۱۳۷

کارل مارکس

محنت کشوں کی بین الاقوامی انجمن کا خطبہ

(اقتباس)

سینٹ مارٹنز ہال، لانگ ایکر، لندن میں منعقدہ ایک جلسۂ عام میں
۲۸ ستمبر ۱۸۶۴ء کو قائم ہوئی (۱)

بحث مباحثے کے بجائے عمل سے انہوں نے (مزدوروں نے - ایڈیٹر) واضح کر دیا ہے کہ بڑے پیمانے پر اور جدید سائنس کے مطالبات کے مطابق مزدوروں کے طبقے کو ملازم رکھنے والے مالکوں کے طبقے کے بغیر پیداوار جاری رکھی جا سکتی ہے؛ یہ کہ اس غرض سے کہ محنت کے ذرائع پھل دیں اس بات کی قطعی ضرورت نہیں کہ خود محنت کش پر اقتدار قائم کرنے اور اس کا استحصال کرنے کے وسیلے کی حیثیت سے ان پر اجارہ داری حاصل کر لی جائے؛ اور یہ کہ غلام محنت کی طرح،

زر خرید کاشتکار کی محنت کی طرح اجرتی محنت بھی محض عبوری اور ادنیٰ شکل ہے جسے ایسی شراکتی محنت کے روبرو غائب ہو جانا مقسوم ہے جو رضامندی سے ہاتھ بڑھا کر، مستعدی سے اور ذوق وشوق سے کی جائے گی۔ . . .

اس لئے سیاسی اقتدار حاصل کرنا محنت کش طبقوں کا بڑا فرض بن گیا ہے۔ اس کا انہیں، ایسا لگتا ہے کہ احساس ہو گیا ہے، کیونکہ انگلستان، جرمنی، اٹلی اور فرانس میں بیک وقت احیاء ہوا اور بیک وقت کوشش کی جا رہی ہے کہ محنت کشوں کی جماعت کی سیاسی اعتبار سے از سر نو تنظیم کی جائے۔

کامیابی کا ایک عنصر ان میں موجود ہے — وہ ہے ان کی تعداد، لیکن تعداد میں توازن اسی وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ انجمن میں متحد ہو اور علم کی قیادت اس کو حاصل ہو۔ کامگاروں کے درمیان بھائی چارے کا جو رشتہ موجود ہونا چاہئے اور جسے نجات کے لئے ان کی جدوجہد میں ایک دوسرے کا مضبوط سہارا بننے کے لئے اکسانا چاہئے، اس کی طرف سے بے پروائی کے سابقہ تجربے نے واضح کر دیا ہے کہ کس طرح ان کی بے ربط کوششوں کی سزا انہیں مشترک ناکامی کی صورت میں ملے گی۔ اس خیال نے مختلف ملکوں کے ان محنت کشوں کو جو ۲۸ ستمبر ۱۸۶۴ء کو سینٹ مارٹنز ہال کے جلسۂ عام میں جمع ہوئے، بین الاقوامی انجمن قائم کرنے کے لئے آمادہ کیا

ساری دنیا کے پرولتاریو، ایک ہو جاؤ!

۲۱ اور ۲۷ اکتوبر ۱۸۶۴ء کے درمیان مارکس نے لکھا۔

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس
انتخاب تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲، صفحہ ۱۶-۱۸

محنت کشوں کی بین الاقوامی انجمن کی جنرل کونسل کی چوتھی سالانہ رپورٹ

(اقتباس)

شمالی امریکی مزدور طبقے کی مضمر قوت کا وفاقی حکومت کی پبلک کارگاہوں میں آٹھ گھنٹے کے کام کے دن کا قانون بن جانے میں اور وفاق کی آٹھ یا نو ریاستوں میں کام کے آٹھ گھنٹے کے دن کا عام قانون نافذ کر دیئے جانے میں بھی اظہار ہوا۔ مگر آج کل امریکی مزدور طبقہ مثلاً نیویارک میں، سرمائے کے خلاف جی توڑ لڑائی لڑ رہا ہے، جو نہایت سخت مزاحمت کر رہا ہے، اور کام کے آٹھ گھنٹے کے دن کے متعلق قانون کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے تمام طاقتور ذرائع استعمال کر رہا ہے۔ یہ حقیقت نہایت صاف طور سے واضح کرتی ہے کہ انتہائی موافق سیاسی حالات میں بھی مزدور طبقے کی کسی بھی بڑی کامیابی کا انحصار اس کی اس تنظیم کی کامیابی پر ہوتا ہے جو اس کی قوتوں کو نشو و نما دیتی اور انہیں مستحکم کرتی ہو۔

مزدوروں کی قومی تنظیموں کو بھی دوسرے ملکوں میں تنظیم کی کمی کی وجہ سے اور اس سبب سے کہ عالمی منڈی میں تمام ملک ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس لئے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں، شکست کا خطرہ لاحق ہو رہا ہے۔ مزدور طبقے کا بین الاقوامی اتحاد ہی اس کو قطعی فتح سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

لندن، یکم ستمبر ۱۸۶۸۔

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس
مجموعۂ تصانیف (دوسرا روسی ایڈیشن)
جلد ۱۶۔ صفحہ ۳۳۵، ۳۳۶

فرانس میں خانہ جنگی

(اقتباس)

محنت کشوں کی بین الاقوامی انجمن کی جنرل کونسل کا خطبہ

کمیون اگر . . . فرانسیسی سماج کے تمام بہترین عناصر کا سچا نمائندہ تھا، اور اس لئے حقیقی معنوں میں قومی حکومت تھا، تو وہ ساتھ ہی ساتھ کامگاروں کی حکومت کی حیثیت سے، محنت کی نجات کے دلیر علم بردار کی حیثیت سے پُرزور طریقے سے بین الاقوامی بھی تھا۔ پرشیائی فوج کی آنکھوں کے سامنے ہی جس نے دو فرانسیسی صوبوں کا جرمنی سے الحاق کر لیا تھا، کمیون[۴] نے ساری دُنیا کے محنت کشوں کا فرانس سے الحاق کر لیا۔

سلطنت ثانی بین ممالکی دغابازی کا جشن تھی۔ تمام ملکوں کے عیاش اس کی ایک آواز پر اس کی رنگ رلیوں میں اور فرانسیسی عوام کی لوٹ میں حصہ لینے کو دوڑ پڑے تھے۔ اب اس لمحے بھی تھیئرس[۳] کا دست راست نفرت انگیز والاچیائی گانیسکو ہے اور بایاں ہاتھ روسی جاسوس مارکووسکی۔ کمیون نے لافانی نصب العین کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے کا اعزاز بخشنے کے لئے تمام غیر ملکیوں کو داخل کر لیا تھا۔ بورژوازی کی غداری سے ہاری جانے والی خارجہ جنگ اور غیر ملکی حملہ آوروں کے ساتھ اُس کی سازش سے بھڑکائی جانے والی خانہ جنگی کے دوران اُس نے فرانس کے اندر جرمنوں پر پولیس کے دھاووں کا اہتمام کر کے اپنی حب الوطنی کا مظاہرہ کرنے کی فرصت نکال لی تھی۔ کمیون نے ایک جرمن کامگار[۱] کو اپنا

---

[۱] لیو فرمیکل — ایڈیٹر

وزیر محنت بنایا۔ بھئیرس، بورژوازی، سلطنت ثانی نے پولینڈ کو اپنی ہمدردی کے بلند بانگ دعووں کا متواتر جُل دیا، جبکہ حقیقت میں وہ اس سے غداری اور روس کی مخبری کرنے کا مکروہ کام انجام دیتے رہے۔ کمیون نے پولینڈ کے بہادر سپوتوں[1] کو پیرس کا دفاع کرنے والوں کی سربراہی کے فرائض انجام دینے کا اعزاز بخشا، اور کمیون نے تاریخ کے نئے دور کی اجمالی نشاندہی کرنے کے لئے جس کا آغاز کرنے کا اسے احساس تھا، ایک طرف تو فتح و نصرت حاصل کرتے ہوئے پرشیائیوں کی آنکھوں کے سامنے اور دوسری طرف بونا پارٹی جرنیلوں کی قیادت میں بونا پارٹی فوج کے روبرو، عسکری شان کی دیو ہیکل علامت وینڈومی دستے کی کرکری کر کے رکھ دی تھی۔ . . .

یورپی حکومتیں طبقاتی حکمرانی کے بین الاقوامی کردار کی اس طرح، پیرس کے روبرو، شہادت دیتے ہوئے بھی سرمائے کی بین ممالکی سازش کے خلاف محنت کی بین الاقوامی جوابی تنظیم — محنت کشوں کی بین الاقوامی انجمن — کی ان تمام مصائب و حادثات کے سرچشمے کی حیثیت سے مذمت کرتی ہیں۔ بھئیرس نے اس کو محنت کا مطلق العنان حکمراں قرار دے کر اس کی مذمت کی ہے اور اپنے آپ کو اس کا نجات دہندہ بنا کر پیش کیا ہے۔ پکارڈ[4] نے حکم لگایا ہے کہ فرانسیسی بین الاقوامیوں اور بیرونی ممالک کے بین الاقوامیوں کے درمیان رسل و رسائل کے تمام سلسلے منقطع کر دیئے جائیں۔ بھئیرس کے ۱۸۳۵ء کے مومیائے ہوئے شریک کار کاونٹ ژابرٹ[5] نے اعلان کیا ہے کہ اس کی بیخ کنی کرنا تمام مہذب حکومتوں کا مسئلہ عظیم ہے۔ "دیہی" اس کے خلاف دہاڑتے ہیں اور سارے یورپی اخبارات ان کی آواز میں آواز ملا کر وہی راگ الاپنے لگتے ہیں۔

---

[1] جے۔ دابروسکی اور ڈبلو۔ وروبلے وسکی — ایڈیٹر

ایک معزز فرانسیسی مصنف[1] جن کا ہماری انجمن سے کوئی تعلق نہیں ہے، یوں فرماتے ہیں:

"قومی محافظ دستے کی مرکزی کمیٹی کے اراکین، نیز کمیون کے اراکین میں سے بیشتر محنت کشوں کی بین الاقوامی انجمن کے سب سے زیادہ سرگرم ذہین اور صاحب عمل دماغ ہیں؛ . . . وہ لوگ جو سرتاپا دیانت دار، پرخلوص، دانش مند، صادق، ستھرے اور اچھے معنوں میں کٹر ہیں"۔

پولیس والوں جیسے خیالات سے آلودہ بورژوا ذہن قدرتی طور پر یوں حساب لگاتا ہے کہ جیسے محنت کشوں کی بین الاقوامی انجمن خفیہ سازش کر رہی ہو، اس کا مرکزی ادارہ مختلف ملکوں میں وقتاً فوقتاً دھماکے کرنے کے احکامات جاری کر رہا ہو۔ درحقیقت ہماری انجمن تہذیب یافتہ دنیا کے مختلف ملکوں کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ محنت کشوں کے درمیان بین الاقوامی رشتے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ جہاں کہیں، جس کسی شکل میں اور کیسے ہی حالات میں طبقاتی جدوجہد میں جب کسی حد تک ٹھہراؤ آجاتا ہے تو قدرتی بات ہے کہ ہماری انجمن کے اراکین پیش منظر میں کھڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس مٹی میں وہ نمو حاصل کرتی ہے خود وہ جدید سماج ہی ہوتا ہے۔ خواہ کتنی ہی خونریزی کیوں نہ کی جائے اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا قلع قمع کرنے کے لئے حکومتوں کو محنت پر سرمائے کی مطلق العنان فرمانروائی کا، خود اپنے طفیلی وجود کا قلع قمع کرنا پڑے گا۔

اپنے کمیون سمیت محنت کشوں کے پیرس کا ایک نئے سماج کے پرشکوہ نقیب کی حیثیت سے ہمیشہ جشن منایا جاتا رہے گا۔ اس کے شہیدوں کی یادگاریں مزدور

---

[1] ظاہر ہے کہ روبی نیت —— ایڈیٹر

طبقے کے دلوں میں محفوظ اور قائم ہیں۔ اس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے والوں کو تاریخ پہلے ہی دائمی رسوائی کے تشکنجے میں کس کر بیچ چوراہے پر رکھ چکی ہے اور ان کے پروہتوں کی پرارتھنائیں ان کے گناہوں کے داغ ہرگز نہ دھوسکیں گی۔

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس

اپریل، مئی ۱۸۷۱ء میں مارکس نے لکھا۔ انتخاب تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

جلد ۲، صفحہ ۲۲۶-۲۲۷، ۲۴۰-۲۴۱

کارل مارکس

ہیگ کانگرس

۸ ستمبر ۱۸۷۲ء کو ایمسٹرڈیم میں منعقدہ جلسے میں تقریر جو اخبار نویس نے قلمبند کی

(اقتباس)

حضرات، آئیے ہم بین الاقوامی انجمن کے، یک جہتی کے بنیادی اصول پر غور کریں! اس حیات آفریں اصول کو تمام ملکوں کے سارے محنت کشوں میں مستحکم بنیاد پر قائم کرکے ہی ہم اس شاندار منزل پر پہنچیں گے جو ہم نے اپنے لئے مقرر کی ہے۔ انقلاب کو یک جہتی کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی ایک بڑی مثال پیرس کمیون کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے، جس کا زوال اس لئے ہوا کہ پیرس کے پرولتاریہ کی اعلیٰ پائے کی بغاوت کے ہم پلہ عظیم الشان انقلابی تحریک تمام مرکزوں میں، برلن، میڈرڈ اور دوسری جگہوں پر شروع نہیں ہوئی۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو اپنی کوشش جاری رکھوں گا، اور تمام محنت کشوں

میں آئندہ یہ نتیجہ خیز یک جہتی مسلسل و تدریج قائم کرنے کے لئے کام کروں گا۔ میں انٹرنیشنل (بین الاقوامی انجمن) سے ہرگز قطع تعلق نہیں کر رہا اور میری ماضی کی کوششوں کی طرح باقی زندگی بھی ان سماجی خیالات کی کامیابی کے لئے وقف ہوگی جو ___ آپ یقین رکھیں کہ ___ ایک نہ ایک دن پرولتاریہ کی عالمگیر فتح کی جانب ضرور لے جائیں۔

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس
انتخاب تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲، صفہ ۲۹۳-۲۹۴

فریڈرک اینگلس

"جرمنی میں کسانوں کی جنگ" کے ۱۸۷۰ء کے دیباچے کا ضمیمہ

(اقتباس)

... جنوری میں سوشلسٹوں کے حق میں جو ووٹ پڑے وہ اگرچہ اچھی خاصی ایک فوج کی فوج کی تشکیل کرتے ہیں تاہم ان سے مزدور طبقے کی اکثریت پر مشتمل ہونے کی بات ابھی بہت دور ہے؛ دیہی آبادی میں پروپگنڈے کی کامیابیاں اگرچہ ہمت افزا ہیں مگر اس میدان عمل میں ابھی بے انتہا اور بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اس لئے ہمارے لئے قطعی لازم ہے کہ جدوجہد میں کوئی کمی نہ آنے دیں، اور دشمن سے ایک کے بعد دوسرا شہر، ایک حلقۂ انتخاب کے بعد دوسرا چھین لیں۔ خاص بات مگر یہ ہے کہ صحیح بین الاقوامی جذبے کی پاسبانی کریں، جس میں حب وطن کی جارحیت پسند قوم پرستی کے سر اٹھانے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور جو پرولتاری تحریک کی ہر نئی پیش قدمی کا بخوشی خیر مقدم

کرتا ہے۔ خواہ وہ کسی بھی قوم تے کی ہو۔ اگر جرمن مزدور اس طرح پیش قدمی کریں گے تو وہ تحریک میں ٹھیک ٹھیک سب سے آگے رہ کر نہ چل رہے ہوں گے۔ یہ بات اس تحریک کے مفاد میں ہر گز نہیں ہے کہ کسی مخصوص ملک کے مزدور اس کے سر براہ بن کر بڑھیں ـــــ مگر مورچے کی صف بندی میں ان کو عزت کا مقام حاصل ہوگا، جب کبھی یا تو غیر متوقع خطرناک آزمائشیں درپیش ہوں گی یا اہم واقعات، ان سے مزید جرأت و شجاعت کے، مزید عزم و قوت کے طلبگار ہوں گے تو وہ نبرد آزمائی کے لئے مسلح و آراستہ صف بستہ ہوں گے۔

فریڈرک اینگلس

لندن، یکم جولائی ۱۸۷۴ء

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس
انتخاب تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲، صفحہ ۱۷۰ - ۱۷۱

فریڈرک اینگلس

پیرس کمیون کی سالگرہ پر

(ایک خط سے اقتباس)

دنیا کے مزدور آج رات آپ کے ساتھ مل کر اور اسی وقت پرولتاریہ کے ارتقا کے سب سے شاندار اور سب سے زیادہ المناک مرحلے کی سالگرہ منا رہے ہیں۔ ۱۸۷۱ء میں، اپنی تاریخ کے ضبط تحریر میں آنے کے بعد سے پہلی بار، مزدور طبقے نے ایک بڑے دارالحکومت میں سیاسی اقتدار حاصل کیا۔ افسوس یہ محض ایک

خواب نکلا۔ ایک طرف سابقہ سلطنت فرانس کی تنخواہ دار فوج اور دوسری طرف پرشیائیوں کے درمیان پھنس جانے کے بعد ایک ایسے قتل عام میں جس کی کہیں مثال نہیں ملتی اور جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، جلد ہی کمیون کا گلا گھونٹ دیا گیا، فتح یاب رجعت پسندی آپے سے باہر ہوگئی، سوشلزم خون میں غرق نظر آرہا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پرولتاریہ کو دائمی غلامی مقسوم ہوگئی ہو۔ ۔ ۔

ان کو توقع تھی کہ وہ بین الاقوامی انجمن[1] کو ختم کر دیں گے۔ آج پرولتاریوں کا بین الاقوامی اتحاد، مختلف ملکوں کے انقلابی مزدوروں کا بھائی چارہ کمیون سے پہلے کی بہ نسبت ہزار گنا زیادہ مضبوط اور زیادہ جامع ہے۔ بین الاقوامی انجمن کو محدود معنوں میں کسی تنظیم کی ضرورت باقی نہیں ہے، وہ یورپ اور امریکہ کے مزدوروں کے تی الفور اور سرگرم تعاون سے زندہ ہے اور نشو و نما حاصل کر رہی ہے۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ہر واقعہ ہمارے لئے سود مند ثابت ہوتا ہے۔ جو اقدامات خوب سوچ سمجھ کر پرولتاریہ کی پیش قدمی کی رفتار سست کرنے کی غرض سے کئے جاتے ہیں وہی اس کی ظفر مند پیش قدمی میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ خود دشمن ہمارے حق میں لڑتا ہے، درحقیقت اس کو مجبوراً لڑنا پڑتا ہے۔ اور اس نے اس سمت میں اتنی بھلائی کی ہے کہ آج ۱۸ مارچ ۱۸۸۶ء کو بے شمار مزدوروں ـــ لگاکر کیلیفورنیا اور ایویرون کے پرولتاری کانکنوں سے سائبیریا کے سزا یافتہ کانکنوں تک ـــ کے سینے سے یہی ہم آہنگ نعرہ بلند ہو رہا ہے:

---

[1] جو بعد میں زبان انگریزی میں اپنے متبادل "انٹرنیشنل" کے نام سے مشہور ہوئی۔ (مترجم)

"کمیون، زندہ باد! مزدوروں کا بین الاقوامی اتحاد، زندہ باد!

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس

۱۵ مارچ ۱۸۸۶ء کو لکھا گیا

"پیرس کمیون پر"، دارالاشاعت ترقی (انگریزی ایڈیشن)

صفحہ ۲۷۳ - ۲۷۴

فریڈرک اینگلس

پیرس کمیون کی اکیسویں سالگرہ پر فرانسیسی مزدوروں کو پیغامِ تہنیت

(اقتباس)

لندن، ۱۷ مارچ ۱۸۹۲ء

کمیون کے نمایاں بین الاقوامی کردار نے ہی اسے تواریخی عظمت بخشی۔ بورژوا جارحیت پسند قوم پرستی کی علامت کو یہ ایک جرأت مندانہ للکار تھی۔ تمام ملکوں کے پرولتاریہ کو اس پر قطعی کوئی شبہ نہیں تھا۔ بورژوازی اپنی ۱۴ جولائی یا اپنا ۲۲ ستمبر مناتی ہے تو منایا کرے[1]۔ ہر جگہ ۱۸ مارچ کو ہمیشہ پرولتاری جشن کی حیثیت حاصل رہے گی۔ ...

خیر، تو مونتمارترے پہاڑی پر نصب شدہ توپوں پر دوبارہ قبضہ کئے آج ۲۱ برس ہو چکے ہیں۔ جو بچے ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے تھے وہ اب جوان ہو گئے ہیں اور

---

[1] ۱۴ جولائی ۱۷۸۹ء وہ دن ہے جبکہ پیرس کے لوگوں نے باستیلے پر قبضہ کیا تھا اور اس طرح فرانسیسی بورژوا انقلاب کے آغاز کا اشارہ ملا تھا۔

۲۲ ستمبر ۱۷۹۲ء جمہوریۂ فرانس کے وجود میں آنے کا پہلا دن تھا جس کے قیام کا اعلان ۲۱ ستمبر ۱۷۹۲ء کے اجتماع نے کیا تھا۔ وہی دن اس انقلابی کیلنڈر کا پہلا دن بھی مانا گیا تھا جسے اجتماع نے ۱۷۹۳ء میں منظور کیا تھا — ایڈیٹر

حکمراں طبقے کی بے دقوفی کے باعث وہ فوجی ہیں، اور ہتھیار استعمال کرنا اور خود کو منظم کرنے اور بندوق ہاتھ میں لے کر اپنا دفاع کرنے کا فن انہیں سکھایا جا رہا ہے۔ کمیون، جس کے ختم ہو جانے کی خبر اڑا دی گئی تھی اور انٹرنیشنل جس کے متعلق مشہور کیا گیا تھا کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹا دیا گیا ہے، ہمارے پاس موجود ہیں، وہ زندہ ہیں اور ۱۸۷۱ء کی بہ نسبت ۲۰ گنے طاقت ور ہیں۔ ان کے سیکڑوں اب ہزاروں میں بدل گئے ہیں اور آج ہماری آواز پر ہزاروں کی جگہ لاکھوں جواب دیتے ہیں۔ بین الاقوامی پرولتاریہ کا اتحاد جس کا پہلی انٹرنیشنل صرف تصور ہی کر سکتی تھی اور جس کے لئے وہ صرف تیاری ہی کر سکتی تھی اب ایک حقیقت ہے۔ اس سے بھی بڑی بات یہ کہ اُن پرشیائی فوجیوں کے لڑکے جنہوں نے ۱۸۷۱ء میں کمیون کے پیرس کے اطراف و جوانب کے قلعوں پر قبضہ کر رکھا تھا اب مزدور طبقے کی مکمل اور قطعی نجات کے لئے لاکھوں کی تعداد میں اور صف اول میں رہ کر، پیرس کمیون والوں کے بیٹوں کے کندھے سے کندھا ملا کر لڑ رہے ہیں۔

کمیون، زندہ باد!

بین الاقوامی سماجی انقلاب، زندہ باد!

فریڈرک اینگلس

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس

"پیرس کمیون پر" (انگریزی ایڈیشن)

صہ۔ ۲۷۵ - ۲۷۶

سوشل ڈیماکریٹک پارٹی کے لئے ایک پروگرام کا مسودہ اور وضاحت

(اقتباس)

الف۔ (۵) سرمایہ دار طبقے کے اقتدار کے خلاف اب تمام یورپی ملکوں کے مزدور نیز امریکہ اور آسٹریلیا کے مزدور بھی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ مزدور طبقے کی تنظیم اور یک جہتی ایک ملک یا ایک قومیت تک محدود نہیں ہے، مختلف ملکوں کی مزدور پارٹیاں ساری دنیا کے مزدوروں کے مفادات اور مقاصد سے مکمل ہم آہنگی (یک جہتی)، کا بہ آواز بلند اعلان کر رہی ہیں۔ مشترکہ کانگرسوں میں وہ یک جا ہوتی ہیں، تمام ملکوں کے سرمایہ دار طبقوں کے سامنے مشترکہ مطالبات پیش کرتی ہیں، نجات کے لئے کوشش کرنے والے پورے منظم پرولتاریہ کے لئے ایک بین الاقوامی تہوار مقرر کر لیا ہے (یوم مئی)۔ اس طرح تمام قومیتوں اور تمام ملکوں کے مزدور طبقے کو باہم پیوست کر کے مزدوروں کی پرشکوہ فوج ترتیب دے لی ہے۔ تمام ملکوں کے مزدوروں کا اتحاد اس حقیقت سے پیدا ہونے والی ایک ضرورت ہے کہ سرمایہ دار طبقہ جو مزدوروں پر حکمرانی کرتا ہے، اپنی حکومت ایک ہی ملک تک محدود نہیں رکھتا۔ . . .

سرمایہ دارانہ تسلط بین الاقوامی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ملکوں میں اپنی نجات کے لئے مزدوروں کی جدوجہد صرف اسی صورت میں کامیاب ہوتی ہے جبکہ بین الاقوامی سرمائے کے خلاف مزدور مل جل کر لڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ دار طبقے کے خلاف لڑائی میں روسی مزدور کا ساتھی جرمن مزدور، پولستانی مزدور اور فرانسیسی مزدور ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ اس کے دشمن روسی، پولستانی

اور فرانسیسی سرمایہ دار ہیں۔ . . . بین الاقوامی سرمایہ روس کی طرف اپنا ہاتھ پہلے ہی بڑھا چکا ہے۔ روسی مزدور اپنے ہاتھ بین الاقوامی مزدور تحریک کی طرف بڑھا رہے ہیں۔

لینن، مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲، صفحہ ۱۰۸-۱۰۹

۹۶-۱۸۹۵ء میں جیل میں لکھا

ولادیمیر ایلئچ لینن

کیا کیا جائے؟

(اقتباس)

. . . تاریخ نے اب ہمیں ایک فوری فرض سے دو چار کر دیا ہے جو کہ کسی ملک کے پرولتاریہ کو درپیش ہونے والے تمام فوری فرائض میں سب سے زیادہ انقلابی ہے۔ نہ صرف یورپ بلکہ (اب کہا جا سکتا ہے کہ) ایشیا کے رجعت پسندوں کے سب سے زیادہ مضبوط قلعے کو مسمار کرنے کے اس فرض کی تکمیل روسی پرولتاریہ کو بین الاقوامی انقلابی پرولتاریہ کا ہراول بنا دے گی اور ہمیں حق پہنچتا ہے کہ یہ اعزاز حاصل کرنے کو شمار میں لے آئیں، جو ہم سے پہلے آنے والے ۱۸۷۰ء کی دہائی کے انقلابیوں نے پہلے ہی کر لیا تھا، بشرطیکہ ہم اپنی تحریک میں جو ہزاروں گنی زیادہ گہری ہے، ویسی ہی پُرعزم اور پرزور لگن کی روح پھونکنے میں کامیاب ہو جائیں۔

لینن، مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)،
جلد ۵، صفحہ ۳۷۳

۱۹۰۱ء کی خزاں اور ۱۹۰۲ء کی فروری کے درمیان لکھا گیا۔

ولادیمیر ایلیچ لینن

اشتہار یوم مئی

(اقتباس)

روسی سوشل ڈیماکریٹی مزدور پارٹی

دنیا کے مزدورو ایک ہوجاؤ!

پہلی مئی

مزدور ساتھیو! ساری دنیا کے مزدوروں کا بڑا تہوار آرہا ہے، پہلی مئی کو وہ اپنے بیدار ہوکر روشنی اور علم سے فیضیاب ہونے کا، ہر طرح کے استبداد کے خلاف، ہر طرح کے ظلم کے خلاف، ہر طرح کے استحصال کے خلاف اور سماج کے سوشلسٹ نظام کے حق میں جدوجہد کرنے کے لئے ایک برادرانہ اتحاد میں وابستہ ہوجانے کا جشن مناتے ہیں۔ وہ سب جو کام کرتے ہیں، جو اپنی محنت سے مالداروں اور اشرافیہ کو کھلاتے ہیں، جو قلیل اجرتوں کے لئے کمر توڑ محنت میں اپنی اپنی زندگی صرف کر دیتے ہیں، جو خود اپنی محنت کا پھل کبھی نہیں چکھ پاتے، جو ہماری تہذیب کی آسائشوں اور عشرتوں کے درمیان باربردار حیوانوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں — وہ سب مزدوروں کی نجات اور مسرت کے لئے لڑنے کو ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ مختلف قومیتوں یا مختلف مسلکوں کے مزدوروں کے درمیان دشمنی مردہ باد! اس دشمنی سے صرف لیٹروں اور ظالموں کو ہی فائدہ پہنچ سکتا ہے جو پرولتاریہ کی جہالت اور پھوٹ کی بدولت ہی زندہ ہیں۔ یہودی اور عیسائی، آرمینی اور تاتاری، پولستانی اور روسی، اہل فن لینڈ اور اہل سویڈن، لیتھوانی اور جرمن — سب، ان میں سے سب کے سب سوشلزم کے مشترک پرچم کے تلے ایک ساتھ قدم سے قدم ملا کر

چلتے ہیں۔ تمام مزدور بھائی بھائی ہیں اور ان کا ٹھوس اتحاد ہی پوری محنت کش اور مظلوم نوع انسانی کی فلاح و بہبود اور مسرت کی واحد ضمانت ہے۔ پہلی مئی کو تمام ملکوں کے مزدوروں کا یہ اتحاد، بین الاقوامی سوشل ڈیماکریسی، اپنی صفوں کا جائزہ لیتا ہے اور آزادی مساوات اور اخوت کے لئے مزید انتھک اور ثابت قدم جدوجہد کے لئے اپنی قوت یکجا کرتا ہے ....

.. . زارشاہی حکومت ایک قوم کو دوسری قوم کے خلاف ابھارنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے تاتاریوں میں آرمینیوں کے خلاف تہمتیں لگا کر باکو میں قتل و خون کرایا؛ اب وہ لاعلم لوگوں میں یہودیوں کے خلاف نفرت پھیلا کر ان کے خلاف خون خرابے کی نئی تیاریوں میں لگی ہوئی ہے۔

مزدور ساتھیو! روسی عوام کے ساتھ ایسے شرمناک برتاؤ کو اب ہم زیادہ برداشت نہیں کریں گے۔ ہم آزادی کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے، ہم ان سب پر جوابی وار کریں گے جو اصل دشمن کی طرف سے عوام کے غصے کو کسی اور کی طرف ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم زارشاہی حکومت کا تختہ پلٹنے کے لئے ہتھیار لیکر اٹھ کھڑے ہوں گے اور تمام لوگوں کے لئے آزادی حاصل کریں گے ....

پہلی مئی زندہ باد، بین الاقوامی انقلابی سوشل ڈیماکریسی زندہ باد!

مزدوروں اور کسانوں کی آزادی زندہ باد، جمہوریت پسند جمہوریہ زندہ باد!

زارشاہی مطلق العنانیت مردہ باد!

"وپیریود" کی مجلس ادارت کی اکثریت کی کمیٹیوں کا بیورو

۱۹۰۵ء

۱۲ (۲۵) اپریل ۱۹۰۵ء سے پہلے لکھا گیا۔

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۸، صفحہ ۳۴۷، ۳۴۹، ۳۵۰

ولادیمیر ایلیچ لینن

انقلاب کی پہلی فتح

(ایک مضمون سے اقتباس)

انقلاب کی پہلی فتح اس وقت ہوئی جبکہ روس کی تمام قوموں کا پرولتاریہ ایک ہوکر اٹھ کھڑا ہوا اور زار کے تخت کو ڈانواڈول کر دیا، اُس تخت کو جو تمام قوموں کو، اور سب سے زیادہ تمام قوموں کے محنت کش طبقوں کو بے حساب مصیبتوں میں مبتلا کرنے کا باعث ہوا۔

جب مزدور ایک مرتبہ پھر اٹھ کھڑے ہوں گے اور ان کی قیادت میں کسان بھی انہیں کی تقلید کریں گے تو پھر یہ انقلاب دشمن کو ضرب آخر پہنچائے گا اور خون کے پیاسے زار کے تخت کو سمیٹ کر صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دے گا۔

اور پھر، روسی انقلاب کی ایک اور محفوظ طاقت ہے۔ وہ زمانہ گیا جبکہ قومیں اور ریاستیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہ سکتی تھیں۔ دیکھئے ـــ یورپ حرکت میں آچکا ہے۔ اس کی بورژوازی بدحواس ہے اور روس میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کو بجھانے کے لئے لاکھوں اور کروڑوں صرف کرنے کو تیار ہے۔ عسکریت پسند یورپی طاقتوں کے حکمراں زار کو فوجی امداد بہم پہنچانے پر غور کر رہے ہیں قیصر ولہلم[6] نے جرمن عسکریت پسندوں اور پیٹر ہاف کے درمیان براہ راست تعلق قائم کرنے کے لئے کئی بحری جہاز اور تباہ کن جہاز روانہ کر دیئے ہیں۔ یورپی ردِ انقلاب روسی ردِ انقلاب کے لئے ہاتھ بڑھا رہا ہے۔

ارے میاں ہوہنیز ولرن، آؤ ذرا کوشش کر دیکھو! روسی انقلاب کی محفوظ یورپی قوت ہمارے پاس بھی موجود ہے۔ یہ محفوظ قوت بین الاقوامی سوشلسٹ

پرولتاریہ کی، بین الاقوامی انقلابی سوشل ڈیماکریٹی تحریک کی ہے۔ ساری دنیا کے مزدور روسی مزدوروں کی فتح کا نہایت جوش وخروش سے استقبال کر رہے ہیں، اور سوشلزم کی بین الاقوامی فوج کے مختلف دستوں کے درمیان قریبی تعلقات کا چونکہ انہیں احساس ہے اس لئے وہ خود ایک بڑی اور فیصلہ کن جدوجہد کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔

سارے روس کے مزدورو اور کسانو، تم تنہا نہیں ہو! اگر جاگیردار، پولیس زدہ، زمیندارا اور زارشاہی روس کے ستمگروں کا تختہ پلٹنے، انہیں کچلنے اور نیست ونابود کرنے میں تم کامیاب ہوجاؤ گے تو تمہاری فتح سرمائے کے ظلم وستم کے خلاف عالمی جدوجہد کے لئے محنت کشوں کی مکمل معاشی نیز سیاسی نجات کی جدوجہد کے لئے، محتاجی سے نوع انسانی کی نجات کے لئے اور سوشلزم کے حصول کے لئے جدوجہد شروع کرنے کا اشارہ بن جائے گی۔

پرولیتاری، شمارہ ۲۴،
مورخہ، نومبر (۲۵ اکتوبر)، ۱۹۰۵ء

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۹، صفحہ ۴۳۳-۴۳۴

ولادیمیر ایلیچ لینن

جنگ اور روسی سوشل ڈیماکریسی

(اقتباس)

یورپی جنگ، جس کی تمام ملکوں کی حکومتیں اور بورژوا جماعتیں قرنوں سے تیاریاں کر رہی تھیں، شروع ہوگئی ہے۔ ہتھیاروں میں اضافے، ترقی یافتہ ملکوں میں سرمایہ دارانہ ارتقا کے تازہ ترین — سامراجی — مرحلے میں منڈیوں کے لئے

جدو جہد انتہائی شدید ہو جانے اور نسبتاً زیادہ پس ماندہ مشرقی یورپی بادشاہتوں
کے خاندانی مفادات کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ یہ جنگ شروع ہو، اور ایسا ہی ہوا
غیر قوموں کی سرزمین پر قبضہ جمانا اور انہیں اپنا تابع کرنا، مقابلہ کرنے والی قوموں کو
بدحال کرنا اور ان کی دولت لوٹنا، روس، جرمنی، برطانیہ اور دوسرے ملکوں
کے اندرونی سیاسی بحرانوں کی جانب سے محنت کش عوام الناس کی توجہ ہٹانا،
مزدوروں میں پھوٹ ڈالنا اور قوم پرستانہ اختلافات پیدا کرنا، اور پرولتاریہ
کے ہراول کو مٹانا تاکہ ان کی انقلابی تحریک کمزور پڑ جائے ــــــ یہ ہیں موجودہ
جنگ کی واحد اصل ماہیت، اہمیت اور وقعت۔

اس جنگ کے اصل معنی واضح کرنا، اور اس کی مدافعت میں حکمران طبقوں،
زمینداروں اور بورژوازی کے پھیلائے ہوئے جھوٹ، گمراہ کرنے والی غلط دلیلوں
اور "وطن پرستانہ" لفاظیوں کو بلا رو رعایت بے نقاب کرنے کا اولین فریضہ
سوشل ڈیماکریسی پر ہی عائد ہوتا ہے۔

شریک جنگ قوموں کے ایک گروہ کی قیادت جرمن بورژوازی کر رہی
ہے، وہ یہ دعوے کرکے مزدور طبقے اور محنت کش عوام الناس کی آنکھوں میں
دھول جھونک رہی ہے کہ یہ جنگ مادر وطن، آزادی اور تہذیب کی حفاظت
کے لئے، زار شاہی کے ظلم وستم کی ماری قوموں کی نجات کے لئے اور رجعت پسند
زار شاہی کو نیست ونابود کرنے کے لئے لڑی جا رہی ہے، لیکن اصل حقیقت یہ
ہے کہ یہ بورژوازی جو پروشیائی جنکروں کے، جن کی قیادت ولہلم ثانی کر رہا ہے،
قدموں میں نہایت وفاداری کے ساتھ لوٹتی رہتی ہے، زار شاہی کی ہمیشہ انتہائی
وفادار اتحادی اور روس کے مزدوروں اور کسانوں کی انقلابی تحریک کی دشمن
رہی ہے۔ درحقیقت اس جنگ کا انجام خواہ کچھ ہو، یہ بورژوازی، جنکروں کے

ساتھ مل کر روس میں انقلاب کے خلاف زار کی بادشاہت کو سہارا دینے کی ہر طرح کوشش کرے گی۔

حقیقت میں جرمن بورژوازی نے سربیا کے خلاف لوٹ مار کی مہم شروع کر رکھی ہے جس کا مقصد اسے اپنا تابع کرنا اور جنوبی سلافوں کے قومی انقلاب کا گلا گھونٹنا ہے، اس کے ساتھ ہی وہ اپنی بیشتر فوجیں زیادہ آزاد ملکوں یعنی بلجیم اور فرانس کے خلاف بھیج رہی ہے، تاکہ نسبتاً زیادہ مالدار مدمقابل کو لوٹ سکے۔ درحقیقت جرمن بورژوازی تے جو من گھڑت قصے پھیلا رہی ہے کہ وہ جنگ مدافعت لڑ رہی ہے، فوجی ساز و سامان میں اپنی جدید ترین اصلاحوں سے استفادہ کرتے ہوئے اور روس اور فرانس نے از سر نو اسلحہ بندی کے متعلق جو منصوبے بنائے تھے اور جو فیصلے وہ کر چکے تھے ان کی پیش بندی کرتے ہوئے جنگ کے لئے سب سے زیادہ موافق وقت کا انتخاب کیا۔ . . .

. . . شریک جنگ قوموں کے دوسرے گروہ کی قیادت برطانوی اور فرانسیسی بورژوازی کر رہی ہیں، یہ دعوے کر کے مزدور طبقے کو فریب دے رہی ہیں کہ وہ اپنے ملکوں کے دفاع کے لئے، آزادی اور تہذیب کے لئے اور جرمن عسکریت اور مطلق العنانیت کے خلاف لڑائی لڑ رہی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بورژوازی عرصۂ دراز سے یورپ کی سب سے زیادہ رجعت پسند اور وحشی بادشاہت، روسی زار شاہی فوجوں کو بھاڑے پر حاصل کرتے اور جرمنی پر حملہ کرنے کے لئے انہیں تیار کرنے کے لئے کروڑوں کی رقمیں صرف کر رہی تھیں۔

دراصل برطانوی اور فرانسیسی بورژوازی کی جد و جہد کا مقصد جرمن نوآبادیوں کو ہتھیانا اور رقیب قوم کو جس کی معاشی نشو و نما نسبتاً زیادہ تیز رفتار رہی ہے، تباہ و برباد کرنا ہے۔ اس نیک مقصد کی تکمیل کے لئے "ترقی یافتہ" "جمہوریت

پسند" قومیں وحشی زار شاہی حکومت کی مدد کر رہی ہیں، تاکہ وہ پولینڈ، یوکرین وغیرہ کا اور بھی زیادہ زور سے گلا گھونٹے، اور روس میں انقلاب کو اور زیادہ مکمل طور سے کچل ڈالے۔

شریک جنگ دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی لوٹ مار، ایذا رسانی اور جنگ کی بے پناہ سفاکیوں کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مقابلے میں ہیٹا نہیں ہے۔ مگر پرولتاریہ کو فریب دینے اور واحد حقیقی جنگ، آزادی یعنی خود "اپنے" اور "غیر" دونوں طرح کے ملکوں کی بورژوازی کے خلاف خانہ جنگی سے اس کی توجہ بانٹنے کے لئے ___ ایسے اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے ___ ہر ایک ملک کی بورژوازی، حب الوطنی کے جھوٹے فقروں کی مدد سے خود "اپنی" قومی جنگ کی اہمیت کو یہ دعوے کر کے بڑھانے چڑھانے کی کوشش کر رہی ہے کہ وہ لوٹ مار اور علاقوں پر قبضہ کرنے کی خاطر نہیں بلکہ خود اپنی قوم کے علاوہ دوسری قوموں کی "نجات" کے لئے دشمن کو شکست دینے کو نبرد آزما ہے۔

لیکن تمام ملکوں کی حکومتیں اور بورژوازی مزدوروں میں پھوٹ ڈالنے اور انہیں ایک دوسرے کے خلاف لڑوانے کی جتنی زیادہ زوردار کوششیں کرتی ہیں، اور اس بلند مقصد کے لئے جس قدر زیادہ وحشیانہ طریقے سے وہ مارشل لا اور فوجی سنسر شپ لگاتی ہیں (وہ اقدامات جو آج بھی، جنگ کے زمانے میں بھی، بیرونی دشمن کی بہ نسبت "اندرونی" دشمن کے خلاف زیادہ سختی سے نافذ کئے جاتے ہیں) طبقاتی شعور رکھنے والے پرولتاریہ کا اسی قدر فوری فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی طبقاتی یک جہتی کی، اپنی بین الاقوامیت پسندی کی، تمام ملکوں میں "وطن دوست" بورژوا گروہوں کی بے لگام جارحیت پسند قوم پرستی کے خلاف اپنے سوشلسٹ یقین کی مدافعت کرے۔ اگر طبقاتی شعور رکھنے والے اس مقصد کو ترک کر دیں تو اس

کے معنی آزادی اور جمہوریت حاصل کرنے کی اپنی تمنا ہی کو ترک کر دینا ہوگا، سوشلزم کے حصول کی آرزو کا تو پھر ذکر ہی کیا۔

مایوسی کے انتہائی تلخ احساس کے ساتھ ہمیں لکھنا پڑ رہا ہے کہ سرکردہ یورپی ملکوں کی سوشلسٹ پارٹیاں یہ فرض ادا کرنے میں ناکام رہی ہیں، ان جماعتوں کے رہنماؤں کا، خصوصاً جرمنی میں، طرز عمل سوشلزم کے نصب العین سے قطعی غداری کی حدوں کو چھو رہا ہے۔ افضل ترین اور تاریخی اہمیت کے اس زمانے میں موجودہ دوسری (۱۸۸۹ء - ۱۹۱۴ء) سوشلسٹ انٹرنیشنل کے بیشتر رہنما سوشلزم کی جگہ قوم پرستی کو دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان ملکوں کے مزدوروں کی جماعتوں نے حکومتوں کے مجرمانہ طرز عمل کی مخالفت نہیں کی، بلکہ مزدور طبقے سے کہا کہ وہ اپنے رویے میں سامراجی حکومتوں کے رویے سے مماثلت پیدا کرلے۔ . . .

. . . موقع پرستوں نے اشٹوٹ گارٹ، کوپن ہیگن اور باسلے کانگرسوں[۷] کے فیصلوں کو رد کر دیا جن میں تمام ملکوں کے سوشلسٹوں کو پابند کیا گیا تھا کہ وہ ہر ایک اور تمام حالات میں جارحیت پسند قوم پرستی کا سدباب کریں، سوشلسٹوں پر لازم کر دیا تھا کہ وہ بورژوازی اور حکومتوں کی شروع کی ہوئی کسی بھی جنگ کا جواب خانہ جنگی اور سوشلسٹ انقلاب کے پرزور پروپگنڈے سے دیں۔ دوسری انٹرنیشنل کی بربادی اس موقع پرستی کی بربادی ہے جو تاریخ کے اب گذشتہ (اور نام نہاد "پُرامن") دور کی خصوصیات سے پیدا ہوئی تھی، اور پچھلے چند برسوں سے انٹرنیشنل پر عملی طور سے حاوی ہوگئی تھی۔ سوشلسٹ انقلاب سے مکر کے اور اس کی جگہ بورژوا اصلاح پسندی کو ٹھونس کر طبقاتی جدوجہد کو جس کا کسی نہ کسی مرحلے میں خانہ جنگی کے اندر بدل جانا ناگزیر ہوتا ہے، مسترد کر کے اور طبقاتی شراکت

کا پرچار کر کے، حب الوطنی اور مادر وطن کی مدافعت کے بہروپ میں بورژوا جارحانہ قوم پرستی کا پرچار کر کے اور سوشلزم کی بنیادی سچائی کو جو عرصہ ہوا کہ کمیونسٹ مینی فیسٹو میں واضح کر دی گئی تھی، کہ کامگاروں کا کوئی ملک نہیں ہوتا، نظر انداز یا مسترد کر کے، عسکریت کے خلاف جدوجہد میں تمام ملکوں کی بورژوازی کے خلاف تمام ملکوں کے پرولتاریوں کی انقلابی جنگ کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے بجائے خود کو جذباتی، عامیانہ نقطۂ نظر تک ہی محدود کر کے، بورژوا پارلیمانیت اور بورژوا قانونیت کو اندھے عقیدے کی طرح مان کر اور یہ فراموش کر کے کہ بحرانوں کے زمانے میں تنظیم اور پروپگنڈے کی غیر قانونی صورتیں اختیار کرنا لازم ہو جاتا ہے، موقع پرست اس کو توڑنے کے لئے عرصۂ دراز سے زمین ہموار کر رہے تھے۔ موقع پرستی کے قدرتی "دم چھلے"، یعنی تراجی سنڈیکلزم کے رجحان کی جو اسی جیسا بورژوا اور پرولتاری یعنی مارکسی نقطۂ نظر کا مخالف ہے، موجودہ بحران کے دوران میں نمایاں خصوصیت اتنی ہی شرمناک تنگ نظری سے جارحیت پسند قوم پرستی کے نعروں کو دوہرا رہی ہے۔

موقع پرستی سے رشتہ فیصلہ کن طریقے سے توڑے بغیر، اور اس کی ناگزیر قطعی ناکامی کی باتیں عوام الناس کو سمجھائے بغیر موجودہ زمانے میں سوشلزم کے مقاصد کی تکمیل نہیں کی جا سکتی اور مزدوروں کا حقیقی بین الاقوامی اتحاد قائم نہیں کیا جا سکتا۔ . . .

. . . پرولتاری انٹرنیشنل مغلوب نہیں ہوئی اور مغلوب ہو گی بھی نہیں، تمام رکاوٹوں کے باوجود مزدور عوام الناس ایک نئی انٹرنیشنل ضرور تخلیق کر لیں گے۔ موقع پرستی کی موجودہ کامیابی چند روزہ رہے گی۔ جنگ جتنی

زیادہ قربانیاں عائد کرے گی عام مزدوروں کو اسی قدر صاف طور سے واضح ہو جائے گا کہ موقع پرستوں نے مزدوروں کے نصب العین سے غداری کی ہے اور یہ کہ ہتھیاروں کو ہر ملک کی حکومت اور بورژوازی کے خلاف ہی پلٹ کر استعمال کرنا چاہیئے۔

موجودہ سامراجی جنگ کو خانہ جنگی میں بدل دینا ہی واحد صحیح پرولتاری نعرہ ہے، وہ نعرہ ہے جو کمیون کے تجربے سے اخذ ہوتا ہے اور جس کا خاکہ باسلے کی قرارداد (۱۹۱۲ء) میں پیش کیا گیا ہے، اعلیٰ ترقی یافتہ بورژوا ملکوں کے درمیان سامراجی جنگ کے تمام حالات یہی مطالبہ کرتے ہیں۔ اب جبکہ جنگ ایک حقیقت بن گئی ہے تو اس سلسلے میں باقاعدہ مستقل مزاجی سے اور کسی طرح کا انحراف کئے بغیر تیاری کا کام جاری رکھنے سے سوشلسٹ کبھی ہرگز بھی ہاتھ نہ اٹھائیں گے خواہ کسی خاص وقت یہ تغیر و تبدل کتنا ہی دشوار کیوں نہ معلوم ہو۔

اس راستے پر چل کر ہی پرولتاریہ جارحیت پسند قوم پرست بورژوازی پر انحصار سے چھٹکارا حاصل کر سکے گا، اور کسی نہ کسی شکل میں اور کم و بیش تیز رفتاری سے قوموں کی حقیقی آزادی کی جانب اور سوشلزم کی جانب فیصلہ کن قدم بڑھا سکے گا۔

جارحیت پسند قوم پرستی کے خلاف اور تمام ملکوں کی بورژوازی کی حب الوطنی کے خلاف مزدوروں کی بین الاقوامی اخوت، زندہ باد!

موقع پرستی سے آزاد، پرولتاری انٹرنیشنل، زندہ باد!

سوشل ڈیماکریٹک لیبر پارٹی کی مرکزی کمیٹی

لینن - مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۱، صفحہ ۲۶ - ۲۹، ۳۱ - ۳۴

۲۸ ستمبر (۱۱ اکتوبر)، ۱۹۱۴ء سے پہلے لکھا گیا۔

ولادیمیر ایلیچ لینن

یوتھ انٹرنیشنل

(ایک تبصرے سے اقتباس)

. . . یورپ کی بیشتر مانی ہوئی سوشل ڈیماکریٹی پارٹیاں بدترین اور انتہائی شرمناک سماجی جارحیت پسند قوم پرستی اور موقع پرستی کی وکالت کر رہی ہیں۔ جرمن اور فرانسیسی پارٹیوں پر انگلستان میں فے بئین سوسائٹی اور لیبر پارٹی پر سویڈن، ولندیز (ٹرونلسٹرا کی پارٹی) ڈینمارک، آسٹریا وغیرہ کی پارٹیوں پر یہ بات صادق آتی ہے۔ سوئٹزرلینڈ کی پارٹی میں انتہائی موقع پرستوں کی علیحدگی کے (جو مزدور تحریک کے لئے نہایت سودمند بات ہے) باوجود، جو اب بے پارٹی "گروٹلی ویرینین" میں منظم ہو گئے ہیں، سوشل ڈیماکریٹی پارٹی کے اندر اب بھی متعدد موقع پرست سماجی جارحیت پسند قوم پرست اور کاؤتسکی کے حامی رہنما موجود ہیں جن کا اس کے معاملات پر زبردست اثر موجود ہے۔

یورپ میں جب صورت حال یہ ہے تو سوشلسٹ نوجوانوں کی تنظیموں کی انجمن پر انقلابی بین الاقوامیت پسندی کے حق میں، حقیقی سوشلزم کے حق میں اور مروجہ موقع پرستی کے خلاف، جو دغا دے کر سامراج بورژوازی فریق سے جا ملی ہے، جدوجہد کا زبردست، خوشگوار مگر دشوار فرض عائد ہو گیا ہے۔ انقلابی بین الاقوامیت کے دفاع میں یوتھ انٹرنیشنل نے متعدد اچھے مضامین شائع کئے ہیں اور بحیثیت مجموعی یہ رسالہ سوشلزم سے دغا کرنے والوں، موجودہ جنگ میں "مادر وطن کا دفاع کرنے والوں"

سے شدید نفرت کے نفیس جذبے میں اور بین الاقوامی مزدور تحریک کے اندر جارحیت پسند قوم پرستی اور موقع پرستی کے ضرر رساں اثر کو مٹا ڈالنے کی پرخلوص خواہش میں رچا ہوا ہے . . . .

"سبورنک سوتسیال ڈیموکراتا"، شمارہ ۲، دسمبر ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا۔

لینن - مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۲۳، صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴

ولادیمیر ایلیچ لینن

ہمارے انقلاب میں پرولتاریہ کے فرائض

(اقتباس)

پرولتاری جماعت کیلئے پروگرام کا مسودہ

باب بعنوان "سوشلسٹ انٹرنیشنل کے اندر صورت حال" سے اقتباس

۱۶۔ روس کے مزدور طبقے کے بین الاقوامی فرائض عین آجکل ہی خاص زور کے ساتھ صف اول میں آ گئے ہیں۔ صرف سست لوگ ہی آجکل بین الاقوامیت پسندی کے حامی ہونے کا حلف نہیں اٹھاتے۔ جارحیت پسند قوم پرستی کے حامی مدافعت پسند بھی، پلیخانوف اور پوتریسوف بھی، یہاں تک کہ کیرینسکی[۸] بھی خود کو بین الاقوامیت پسند کہتے ہیں۔ چنانچہ پرولتاری جماعت کا اور بھی زیادہ فوری طور پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ واضح طور پر، ٹھیک ٹھیک اور قطعی طریقے سے بین الاقوامیت پسندانہ قول کے بالمقابل بین الاقوامیت پسندانہ عمل کو رکھے . . . .

اصل بین الاقوامیت پسندی ایک اور صرف ایک ہی قسم کی ہے اور وہ ہے — خود اپنے ملک میں انقلابی تحریک اور انقلابی جدوجہد کے ارتقا کے لئے دل و جان

سے کام کرنا اور (پروپگنڈے، ہمدردی اور مادی امداد کے ذریعے) اس جدوجہد کی، اس لائحہ عمل اور صرف اسی لائحہ عمل کی، بلا استثنا ہر ایک ملک میں حمایت کرنا...

۱۰ (۲۳) اپریل ۱۹۱۷ء کو لکھا گیا۔

لینن ۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۴ ، صفحہ ۷۴، ۷۵

مزدور طبقے کے بین الاقوامی اور قومی فرائض

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس

پولینڈ کے متعلق

(اقتباس)

۱۸۳۰ء میں پولستانی بغاوت کی سترھویں سالگرہ کی تقریب میں لندن میں منعقد کا بین الاقوامی جلسے میں کی گئی تقریروں سے اقتباسات

۲۹ نومبر ۱۸۴۷ء

کارل مارکس کی تقریر سے اقتباس

قوموں کا اتحاد و اخوت ایک ایسا فقرہ ہے جو آج کل تمام سیاسی جماعتوں میں بہت سے ہونٹوں پر آنے لگا ہے، اور آزاد تجارت کے بورژوا حمایتیوں کے ہونٹوں پر تو خاص طور سے۔ یہ صحیح ہے کہ تمام قوموں کے بورژوا طبقوں کا ایک طرح کا برادرانہ اتحاد موجود ہے۔ یہ مظلوموں کے خلاف ظالموں کی ایک برادری ہے جن کا استحصال کیا جاتا ہے اُن کے خلاف استحصال کرنے والوں کی ایک برادری ہے۔ جس طرح کسی خاص ملک کا بورژوا طبقہ اسی ملک کے پرولتاریوں کے خلاف، بورژوازی کے بعض حلقوں کے درمیان مقابلے بازی اور جدوجہد کے باوجود ایک برادری میں متحد ہو جاتا ہے، اسی طرح تمام ملکوں کی بورژوازی، عالمی منڈی میں اپنی باہمی جدوجہد اور مقابلے بازی کے باوجود بھائی چارے کے رشتے میں منسلک ہوتی ہے اور تمام ملکوں کے پرولتاریوں کے خلاف متحد ہو جاتی ہے۔ حقیقی معنوں

میں متحد ہونے کے لئے قوموں کے مشترک مفادات ہونے چاہئیں۔ یہ مشترک مفادات
ان میں پیدا ہونے کے امکانات کے لئے ضروری ہے کہ تمام موجودہ تعلقات مالکانہ
کو ختم کر دیا جائے، کیونکہ ان تعلقات کے باعث دوسری قوموں کے ہاتھوں ایک قوم
کا استحصال کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ صرف مزدور طبقہ ہی یہ چاہتا ہے کہ موجودہ تعلقات
مالکانہ کو ختم کر دیا جائے۔ صرف مزدور طبقہ ہی ایسا کر سکتا ہے۔ بورژوازی
پر پرولتاریہ کی فتح کے معنی ساتھ ہی یہ بھی ہیں کہ تمام قومی اور صنعتی جھگڑے
جو قوموں کے درمیان دشمنی پیدا کرتے ہیں، ختم ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ
بورژوازی پر پرولتاریہ کی فتح ساتھ ہی ساتھ تمام مظلوم قوموں کی نجات کے
لئے بھی اشارے کی خدمت انجام دیتی ہے۔ . . . .

فریڈرک اینگلس کی تقریر سے اقتباس

عزیز دوستو، آج بطور استثنا اجازت دیجئے کہ میں ایک جرمن کی
حیثیت سے بولوں۔ وجہ یہ ہے کہ ہم جرمن جمہوریت پسند پولینڈ کو آزاد
دیکھنے کے خاص طور سے مشتاق ہیں۔ پولینڈ کی تقسیم سے جرمن شہزادوں نے
ہی فائدے حاصل کئے تھے اور جرمن فوجی ہی اب تک گالیشیا اور پوزنان
پر استبداد کر رہے ہیں۔ ہم جرمنوں کو، ہم جرمن جمہوریت پسندوں کو سب سے
پہلے چاہیے کہ اپنی قوم کے نام پر لگے اس دھبے کو مٹائیں۔ دوسری قوموں کو مغلوب
رکھنے کے ساتھ ساتھ خود کوئی قوم آزاد نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ جرمن استبداد
سے پولینڈ کی نجات کے بغیر جرمنی کی نجات قطعی ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
پولینڈ اور جرمنی کے مفادات مشترک ہیں، یہی وجہ ہے کہ پولستانی اور جرمن
جمہوریت پسند اپنی اپنی قوموں کی نجات کے لئے مل جل کر کام کر سکتے ہیں۔
میرا خیال یہ بھی ہے کہ وہ ضرب کاری جو جمہوریت کو کامیاب کرائے گی اور

تمام یورپی ملکوں کو نجات کی جانب لے جائے گی، برطانوی چارٹسٹ ہی لگائیں گے۔

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس
مجموعۂ تصانیف (دوسرا روسی ایڈیشن)
جلد ۴، صفہ ۳۷۱-۳۷۲

لندن میں مارکس کے نام اینگلس کا خط

(اقتباس)

مینچسٹر، ۲۴ اکتوبر، ۱۸۶۹ء

آئرستانی تاریخ واضح کر دیتی ہے کہ جب دوسری قوم کو کوئی قوم محکوم بنا لیتی ہے تو خود اس کے لئے یہ کتنا تباہ کن ہوتا ہے۔ انگریزوں کے تمام مذموم افعال کا آغاز آئرش پیل[1] سے ہوتا ہے۔ کرامویل کے زمانے پر ابھی مجھے کام کرنا باقی ہے، مگر اتنا مجھے یقینی معلوم ہوتا ہے کہ آئرستان میں فوجی حکمرانی کی اگر ضرورت نہ ہوتی تو انگلستان میں حالات نے کوئی اور ہی موڑ لیا ہوتا۔...

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس
منتخب خطوط (انگریزی ایڈیشن) دارالاشاعت ترقی
صفہ ۲۲۲

---

[1] مشرقی آئرستان میں انگریزوں کی نوآبادی جو بارھویں صدی کے وسط میں قائم ہوئی تھی۔ —— ایڈیٹر

ہینوور میں ل۔ کوگیلمان کے نام کارل مارکس کا خط

(اقتباس)

لندن، ۲۹ نومبر ۱۸۶۹ء

. . . میں زیادہ سے زیادہ حد تک قائل ہوگیا ہوں اور مسئلہ صرف یہ رہ گیا ہے کہ اپنے اس یقین کو انگریز مزدور طبقے کے ذہن نشین کس طرح کراؤں — کہ یہاں انگلستان میں وہ کوئی فیصلہ کن بات نہیں کر سکتا تاوقتیکہ وہ آئرستان کے تعلق سے اپنی پالیسی کو حکمراں طبقوں کی پالیسی سے نہایت قطعی طور پر علیحدہ نہیں کر لیتا، تاوقتیکہ وہ آئرستانیوں کے نصب العین کی حمایت ہی نہیں کرتا بلکہ درحقیقت اس اتحاد[۱] کو ختم کرنے میں پیش قدمی نہیں کرتا جو ۱۸۰۱ء میں قائم ہوا تھا اور اس کی جگہ آزاد وفاقی تعلق قائم نہیں کرتا۔ اور یہ آئرستان سے ہمدردی کی بات کی طرح نہیں بلکہ ایک ایسے مطالبے کی طرح کرنا چاہئے جس سے انگریز پرولتاریہ کے مفادات وابستہ ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو انگریز قوم حکمراں طبقوں کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بنی رہے گی کیونکہ آئرستان کے خلاف اسے ان کے ساتھ ایک مشترک محاذ میں شامل ہونا پڑے گا۔ خود انگلستان میں اس کی تحریکوں میں سے ہر ایک کو آئرستانیوں سے، جو انگلستان میں مزدور طبقے کے ایک نہایت اہم جزو کی تشکیل کرتے ہیں، جھگڑے نے مفلوج کر رکھا ہے۔ یہاں نجات کی اوّلین شرط — انگریز زمینداروں کی چندسری حکومت کا تختہ پلٹنا — اس وجہ سے ناقابل تعمیل رہتی ہے کہ یہاں اس کے مورچے پر اس وقت تک دھاوا نہیں بولا جا سکتا جب تک کہ وہ آئرستان میں اپنی وہ چوکیاں برقرار رکھتی ہے جہاں وہ مضبوطی سے اپنے قدم جمائے بیٹھی ہے۔ لیکن وہاں ایک مرتبہ جب

معاملات خود آئرستانی قوم کے ہاتھوں میں آجائیں گے، ایک مرتبہ جب خود اسے اپنا قانون ساز اور حکمراں بنا دیا جائے گا، ایک مرتبہ جب وہ خود اختیار ہو جائے گی تو زمیندار چند سری حکومت کو مٹانا (بڑی حد تک انھیں لوگوں کو جو انگریز زمیندار ہیں) یہاں کی بہ نسبت بے انتہا آسان ہو جائے گا، کیونکہ آئرستان میں یہ محض معاشی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ قومی مسئلہ بھی ہے، کیونکہ یہاں کے زمیندار، انگلستان کے زمینداروں کی طرح روایتی معززین اور قوم کے نمائندے نہیں بلکہ اس پر ظلم وستم کرنے والے وہ لوگ ہیں جن سے شدید نفرت کی جاتی ہے۔ اور یہی نہیں ہے کہ آئرستان سے انگلستان کے موجودہ تعلقات نے اس کے اپنے داخلی سماجی ارتقا کو مفلوج کیا ہوا ہے بلکہ اس کی خارجہ پالیسی، خاص طور سے روس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے تعلق سے اس کی پالیسی اسی حشر میں مبتلا ہے۔

لیکن چونکہ انگریز مزدور طبقہ عموماً سماجی نجات کے ترازو میں بلاشبہ فیصلہ کن وزن ڈالتا ہے اس لئے اس بیرم سے یہاں استفادہ کرنا چاہئے۔...

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس
منتخب خطوط (انگریزی ایڈیشن) صفحہ ۲۳۰

کارل مارکس

ہیگ کانگرس

بسٹرڈیم میں ۸ ستمبر ۱۸۷۲ء کو منعقدہ جلسے میں تقریر کا صحافی کا لکھا ہوا متن

(اقتباس)

مزدور کو ایک نہ ایک دن سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہوگا تاکہ وہ

محنت کو نئے انداز سے منظم کرے؛ اسے پرانے اداروں کی تائید کرنے کی پرانی پالیسی کو شکست دینی ہوگی، تقصیر پر اس عذاب کی شرط کے ساتھ ــ جیسا کہ اُن نصرانیوں کے سلسلے میں ہوا تھا جنھوں نے اس سے لاپروائی برتی اور اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا تھا ــ کہ کرۂ ارض پر وہ اپنی سلطنت کبھی بھی نہ دیکھ سکیں گے۔

مگر ہم نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ یہ مقاصد ایک ہی جیسے ذرائع سے حاصل ہو جائیں گے۔

ہمیں معلوم ہے کہ مختلف ملکوں کے اداروں، رواجوں اور روایتوں کی رعایت ہمیں ضرور رکھنی چاہیئے، اور ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ ایسے بھی ملک ہیں، مثلاً امریکہ، انگلستان، اور اگر میں آپ کے اداروں کو بہتر طور پر جانتا ہوتا تو ولندیز کو بھی شامل کرتا، جہاں محنت کش عوام اپنا مقصد ممکن ہے کہ پُرامن ذرائع سے حاصل کرلیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں یہ بات بھی تسلیم کرنی چاہیئے کہ بیشتر براعظمی ملکوں میں ہمارے انقلابوں کا بیرم طاقت کو ہی بننا پڑے گا۔ محنت کا راج قائم کرنے کی غرض سے کسی دن ہمیں طاقت ہی سے کام لینا پڑے گا۔

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس
انتخاب تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲، صفہ ۲۹۲ - ۲۹۳

فریڈرک اینگلس

تاریخ میں طاقت کا کردار

(اقتباس)

قرونِ وسطیٰ کے اواخر سے یورپ میں تاریخ بڑی قومی ریاستوں کی

تشکیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ صرف ایسی ریاستیں ہی حکمراں یورپی بورژوازی کا حسب معمول سیاسی ڈھانچہ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ قوموں کے درمیان اس ہم آہنگ بین الاقوامی تعاون کے قیام کی ناگزیر شرط ادل ہیں جس کے بغیر پرولتاریہ کی حکمرانی ناممکن ہے۔ بین الاقوامی امن کی ضمانت کے لئے ایسے تمام قومی جھگڑوں کو پہلے ختم کر دینا چاہیے جن سے بچا جا سکتا ہو، ہر قوم کو خود مختار اور اپنے گھر کا آپ مالک ہونا چاہیے۔

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس

انتخاب تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

جلد ۳ صفحہ ۲۷۷

دسمبر ۱۸۸۷ء کے آخر اور

مارچ ۱۸۸۸ء کے درمیان لکھا گیا۔

ولادیمیر ایلیچ لینن

ہمارے پروگرام میں قومی مسئلہ

(اقتباس)

پارٹی پروگرام کے اپنے مسودے میں ہم نے ایک ایسی جمہوریہ کا مطالبہ پیش کیا ہے جو اور باتوں کے ساتھ "ان تمام قوموں کا جو ریاست کا جزو ہوں حق خود ارادیت تسلیم کرنے" کی ضمانت کرے۔ ہمارے پروگرام میں یہ مطالبہ بہتوں کو کافی واضح معلوم نہیں دیا اور شمارہ ۳۳[1] میں آرمینی سوشل ڈیماکریٹوں کے مینی فیسٹو کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے اس نکتے کے معنوں کی مندرجہ ذیل طریقے سے وضاحت کی تھی۔ قومی حق خود ارادیت پر باہر سے تشدد یا کسی نا انصافی

---

[1] ایسکرا، شمارہ ۳۳، مورخہ یکم فروری ۱۹۰۳ء — ایڈیٹر

کے ذریعے اثر انداز ہونے کی ہر کوشش کا سوشل ڈیموکریٹ ہمیشہ سدباب کریں گے۔ تاہم خود ارادیت کی آزادی کے لئے جدوجہد کو ہمارے غیر مشروط طریقے سے تسلیم کر لینے سے ہم پر کسی طرح یہ لازم نہیں آتا کہ قومی خود ارادیت کے ہر مطالبے کی ہم تائید کریں۔ پرولتاریہ کی جماعت کی حیثیت سے سوشل ڈیماکریٹی پارٹی لوگوں یا قوموں کی خود ارادیت کی بہ نسبت ہر قومیت میں پرولتاریہ کی خود ارایت کو بڑھاوا دینا اپنا مثبت اور خاص فریضہ تصور کرتی ہے۔ ہمیں تمام قومیتوں کے پرولتاریہ کے نہایت قریب ترین اتحاد کے لئے ہمیشہ اور غیر مشروط طریقے سے کام کرنا چاہئے، اور محض اکا دکا اور استثنائی صورتوں میں ہی ہم ایسے مطالبے پیش کر سکتے ہیں اور عملی طور پر ان کی تائید کر سکتے ہیں جو ایک یاست کے مکمل سیا سی اتحاد کے بجائے ایک نئی طبقاتی ریاست کے قیام یا نسبتاً کم گٹھے ہوئے وفاقی اتحاد کے قیام کی جانب مائل ہو...

طبقاتی نزاع نے اب قومی مسئلے کو بلاشبہ بہت دور پس منظر میں ڈال دیا ہے، لیکن کٹر نظریہ پرستی میں مبتلا ہونے کا خطرہ مول لئے بغیر یہ دعویٰ قطعیت کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی مخصوص قومی مسئلہ سیاسی ڈرامے کے پیش منظر میں وقتی طور پر نمودار نہیں ہو سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ سرمایہ داری کے زوال سے پہلے پولینڈ کی بحالی نہایت ہی بعید از قیاس ہے، لیکن یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ قطعی ناممکن ہے یا یہ کہ ایسے حالات پیدا ہی نہیں ہو سکتے جن کے تحت پولستانی بورژوازی خود مختاری کی طرفداری کرے گی وغیرہ۔ اور روسی سوشل ڈیماکریسی کا قطعی ارادہ نہیں ہے کہ خود اپنے ہاتھ باندھ لے۔ اپنے پروگرام میں قوموں کے حق خود ارادیت کو شامل کر کے وہ تمام ممکن، یہاں تک کہ تمام قابل تصور ترتیبوں اور ترکیبوں کو شمار میں رکھ رہی ہے۔ وہ پروگرام اس

بات کو کسی طرح بھی دائرۂ امکان سے باہر تصور نہیں کرتا کہ پولستانی پرولتاریہ آزاد اور خود مختار پولستانی جمہوریہ کا نعرہ اپنا لے، حالانکہ سوشلزم کے قیام سے اس کے حقیقت بن جانے کا امکان انتہائی خفیف ہے۔ پروگرام میں محض یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ حقیقی سوشلسٹ پارٹی پرولتاری طبقاتی شعور کو بگاڑے گی نہیں یا طبقاتی جدوجہد پر دھبہ نہیں لگائے گی، یا مزدور طبقے کو بورژوا جمہوری چکنی چپڑی باتوں میں نہیں پھنسائے گی، یا پرولتاریہ کی موجودہ سیاسی جدوجہد کے اتحاد کو نہیں توڑے گی۔ یہ شرط ہی سارے معاملے کی اصل چیز ہے، کیونکہ صرف اس شرط سے ہی ہم خود ارادیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ پولستانی سوشلسٹ پارٹی (۱) کا یہ ظاہر کرنا بیکار ہے کہ حق خود ارادیت کو آزاد اور خود مختار جمہوریہ کے لئے جدوجہد کرنے کے حق کو مسترد کرنے کے سلسلے میں اس کا جرمن اور روسی سوشل ڈیماکریٹوں سے اختلاف ہے۔ بات یہ نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت کہ وہ طبقاتی نقطۂ نظر کو آنکھوں سے اوجھل کر دیتی ہے، اسے جارحانہ قوم پرستی کی آڑ میں کر دیتی ہے اور آج کل کی سیاسی جدوجہد کے اتحاد میں رخنہ پیدا کرتی ہے، ہمیں پولستانی سوشلسٹ پارٹی کو حقیقی سوشل ڈیماکریٹی مزدور جماعت تصور کرنے سے باز رکھتی ہے۔ مثلاً پولستانی سوشلسٹ پارٹی مسئلے کو عموماً اس انداز میں پیش کرتی ہے: ". . . زارشاہی کو ہم صرف اس طرح کمزور کر سکتے ہیں کہ پولینڈ کو اس سے چھین لیا جائے، اس کا تختہ پلٹنا روسی ساتھیوں کا کام ہے۔" یا پھر اس طرح: ". . . زارشاہی کا تختہ الٹنے کے بعد ہم اپنی قسمت کا فیصلہ روس سے محض علیحدگی اختیار کر کے کر لیں گے۔" دیکھئے اس عجیب و غریب منطق سے پولینڈ کی بحالی کے متعلق پروگرام کے مطالبے کے نقطۂ نظر سے بھی کیسے کیسے عجیب و غریب نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ چونکہ پولینڈ کی بحالی جمہوری ارتقا کے امکانی نتائج

یں سے ایک نتیجہ ہے (لیکن جب تک بورژوا حکمرانی باقی ہے، یہ کوئی قطعی طور پر یقینی بات نہیں ہے)
اسلیئے زارشاہی کا تختہ الٹنے کے لئے پولستانی پرولتاریہ کو روسی پرولتاریہ کے ساتھ مل کر نہیں لڑنا
چاہیئے، بلکہ اس سے پولینڈ چھین کر اسے "صرف" کمزور کر دینا چاہیئے۔ چونکہ
روسی زارشاہی جرمنی، آسٹریا وغیرہ کی بورژوازی اور حکومتوں کے ساتھ
قریب سے قریب تر اتحاد قائم کر رہی ہے، اس لئے پولستانی پرولتاریہ پر لازم
ہے کہ وہ روس، جرمنی وغیرہ کے پرولتاریہ سے، جس کے ساتھ مل کر آج کل وہ
ایک ہی محکومیت کے خلاف لڑ رہا ہے، اپنا اتحاد کمزور کرے۔ قومی
خودمختاری کے بورژوا جمہوری تصور پر پرولتاریہ کے انتہائی اہم مفادات کو
قربان کرنے کے علاوہ یہ اور کچھ نہیں ہے۔ زارشاہی کا تختہ الٹنے کے ہمارے
مقصد سے مختلف روس کا شیرازہ منتشر ہونے کی پولستانی سوشلسٹ پارٹی
کی خواہش ایک کھلی بات ہے اور اس وقت تک رہے گی جب تک کہ معاشی
ارتقا ایک سیاسی وجود سالم کے مختلف اجزا کو زیادہ سے زیادہ قریب لاتا رہے گا
اور جب تک تمام ملکوں کی بورژوازی اپنے مشترک دشمن، پرولتاریہ کے خلاف
اور اپنے مشترک ساتھی زارشاہی کی حمایت میں زیادہ سے زیادہ یکجا ہوکر متحد
رہے گی۔ لیکن پرولتاریہ کی صفوں میں پھوٹ جو آج کل اس مطلق العنانیت
کے زیر حکومت مصائب برداشت کر رہا ہے، افسوسناک حقیقت ہے، پولستانی
سوشلسٹ پارٹی کی غلطی کا براہ راست نتیجہ ہے، بورژوا جمہوری فارمولوں کی
وہ جو پرستش کرتی ہے اس کا براہ راست نتیجہ ہے۔ پرولتاریہ کی اس پھوٹ
کی طرف سے آنکھیں موند لینے کے بجائے پولستانی سوشلسٹ پارٹی کو جارحیت پسند
قوم پرستی کی پستی میں گرنا پڑتا ہے اور روسی سوشل ڈیماکریٹوں کے نظریات
مندرجہ ذیل طریقے سے پیش کرنا ہوتا ہے: "ہمیں [پولستانیوں کو] سماجی

انقلاب کا انتظار کرنا چاہیے، اور تب تک ہم کو صبر و شکر کے ساتھ قومی استبداد برداشت کرتے رہنا چاہیے"۔ یہ قطعی جھوٹ ہے۔ روسی سوشل ڈیماکریٹوں نے اس قسم کا کبھی کوئی مشورہ نہیں دیا؛ اس کے برعکس وہ روس میں قومی استبداد کے تمام مظاہر کے خلاف خود جہاد کرتے اور پورے روسی پرولتاریہ کو جہاد کرنے کی دعوت دیتے ہیں؛ وہ اپنے پروگرام میں تمام زبانوں، قومیتوں وغیرہ کی مکمل مساوات کو ہی نہیں بلکہ اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کے سلسلے میں ہر قوم کے حق کو تسلیم کرنے کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اس حق کو تسلیم کر کے ہم قومی خود مختاری کے مطالبے کی اپنی حمایت کو پرولتاری جدوجہد کے مفادات کے تابع کر دیتے ہیں اور ہمارے رویے کو جارحیت پسند قوم پرستی کا حامی ہی غیر روسیوں پر روسی کے عدم اعتماد کا اظہار تصور کر سکتا ہے، کیونکہ درحقیقت یہ رویہ طبقاتی شعور رکھنے والے پرولتاری کے بورژوازی پر عدم اعتماد سے عود کرتا ہے۔ پولستانی سوشلسٹ پارٹی یہ نظریہ اپناتی ہے کہ قومی مسئلہ "ہم" (پولستانیوں) اور "ان" (جرمنوں، روسیوں وغیرہ) کے مقابلے سے مکمل طور سے حل ہو جاتا ہے۔ مگر سوشل ڈیماکریٹی پہلا مقام اس مقابلے کو دیتا ہے ــــ "ہم" بمعنی پرولتاری اور "وہ" بمعنی بورژوازی۔ "ہم" پرولتاریوں نے دسیوں بار دیکھا ہے کہ جب بورژوازی کے بالمقابل انقلابی پرولتاریہ ہوتا ہے تو وہ کس طرح آزادی، مادر وطن، زبان اور قوم کے مفادات سے دغا کر جاتی ہے۔ ہم نے فرانسیسی بورژوازی کو پرشیائیوں کے سامنے بدترین ذلت اور فرانسیسی قوم پر استبداد کے وقت سرنگوں ہوتے، مظلوم قوم کی بورژوازی کو ظالم قوم کی فوجوں کی مدد کے لئے بلاتے دیکھا تاکہ وہ ان کے پرولتاری ہم وطنوں کو جنہوں نے اقتدار حکومت سنبھالنے کی جرأت کی تھی، آن کر کچل دیں[1]۔ اور یہی وجہ ہے کہ جارحیت پسند قوم پرستوں اور موقع پرستوں

[1] مضمون نگار کی مراد ۱۸۷۰ـ۱۸۷۱ء کی فرانس اور پرشیا کی جنگ سے ہے ــ ایڈیٹر

کے طعنوں سے بے نیاز ہو کر ہم پولستانی مزدوروں سے ہمیشہ یہی کہیں گے: مطلق العنانیت کے خلاف موجودہ سیاسی جدوجہد کی ضرورتیں روسی پرولتاریہ سے انتہائی مکمل اور قریبی اتحاد سے ہی پوری ہو سکتی ہیں، صرف ایسا اتحاد ہی مکمل سیاسی اور معاشی نجات کی ضمانت کر سکتا ہے۔

پولستانی مسئلے پر ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ دوسرے قومی مسئلے پر بھی مکمل طور سے صادق آتا ہے۔ مطلق العنانیت کی منحوس تاریخ نے اپنے ظلم و استبداد کا نشانہ بننے والی مختلف قومیتوں کے مزدور طبقوں کے درمیان زبردست کشیدگی کا ورثہ ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ کشیدگی زبردست برائی ہے، مطلق العنانیت کے خلاف جدوجہد میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اور ہمیں علیحدہ جماعتوں یا جماعتوں کے "وفاقوں" جیسا کوئی اصول قائم کر کے اس برائی کو یا اس افسوسناک صورت حال کو مقدس و جائز قرار نہیں دینا چاہئے۔ کم از کم مزاحمت کی راہ اختیار کرنا اور یہ کہہ کر کہ "اس سے میرا کوئی سروکار نہیں" جیسا کہ آج کل "بند"[۱۲] کرنا چاہتا ہے، ہر ایک کے لئے اپنے گوشے میں آرام سے بیٹھ رہنا بلاشبہ زیادہ سہل اور آسان ہے۔ اتحاد کی ضرورت ہم جتنی زیادہ محسوس کریں اور جس قدر زیادہ استحکام کے ساتھ قائل ہو جائیں کہ مکمل اتحاد کے بغیر مطلق العنانیت کے خلاف متفقہ حملہ ناممکن ہے، ہمارے سیاسی نظام کے حالات میں جدوجہد کی مرکوزہ تنظیم کی ضرورت اتنی ہی زیادہ واضح ہوتی جاتی ہے ـــــ مسئلے کے "سادہ" مگر بظاہر صحیح اور اندر سے نہایت ہی غلط اور پُرفریب حل سے مطمئن ہونے کی جانب کم مائل ہوتے ہیں۔ جب تک کشیدگی کی ضرر رسانی کا احساس نہیں ہوتا، اور جب تک پرولتاری جماعت کے ڈیرے میں اس کشیدگی کا بنیادی طور پر اور بہر قیمت خاتمہ کرنے کی خواہش موجود نہیں ہے تب تک "وفاق" سے اپنے عیبوں پر پردہ ڈالنے کی کوئی

ضرورت نہیں ہے، اور ایک ایسے مسئلے کو حل کرنے کا بیڑا اٹھانے سے کوئی فائدہ نہیں جس میں "فریقین" میں سے ایک میں اسے حل کرنے کی حقیقی خواہش قطعی نہیں ہے۔ ایسی صورت حال میں بہتر یہی ہے کہ تجربے اور اصل تحریک کے سبق سے ہی یہ ثابت ہو کہ اس مطلق العنانیت کے خلاف ان تمام قوموں کے پرولتاریوں کی جدوجہد میں جن پر وہ ظلم واستبداد کررہی ہو، اور بین الاقوامی بورژوازی کے خلاف۔ جو روز بروز زیادہ متحد ہوتی جارہی ہے، کامیابی کے لئے مرکزیت ضروری ہے۔

ایسکرا، شمارہ ۴۴ — لینن، مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۰۳ء — جلد ۶، صفحہ ۴۵۴، ۴۵۹-۴۶۳

ولادیمیر الییچ لینن

عالمی سیاست میں مادۂ آتش گیر

(مضمون سے اقتباس)

پرولتاریہ کی بین الاقوامی انقلابی تحریک مختلف ملکوں میں ہموار طریقے سے اور یکساں صورتوں میں نشوونما حاصل نہیں کرتی اور نہ ہی کرسکتی ہے۔ ہر میدان عمل میں ہر موقع سے مکمل اور ہمہ گیر استفادہ مختلف ملکوں میں مزدوروں کی طبقاتی جدوجہد کے نتیجے میں ہی ہوتا ہے۔ مشترک بہاؤ میں ہر ملک اپنی بیش قیمت اور مخصوص خصوصیات شامل کرتا جاتا ہے، لیکن ہر مخصوص ملک میں اس تحریک کو خود اپنے یک طرفہ پن کا، الگ الگ سوشلسٹ پارٹیوں کی خود اپنی نظریاتی اور عملی خامیوں کا عارضہ ہوتا ہے۔ بحیثیت مجموعی ہمیں بین الاقوامی سوشلزم کی زبردست

پیش قدمی، دشمن سے عملی تصادموں کے ایک سلسلے کے دوران میں پرولتاریہ کی لکھو کھا فوج کی صف آرائی اور بورژوازی سے فیصلہ کن جدو جہد یعنی وہ جدوجہد قریب آتی صاف نظر آتی ہے جس کے لئے مزدور طبقہ گذشتہ عظیم پرولتاری بغاوت، کمیون کے زمانے کی بہ نسبت کہیں بہتر طریقے سے تیار ہے۔

اور پوری بین الاقوامی سوشلزم کی یہ پیش قدمی ایشیا میں انقلابی جمہوری جدوجہد میں آتی ہوئی تیزی کے ساتھ روسی انقلاب کو ایک خصوصی اور خاص طور سے دشوار مقام پر پہنچا دیتی ہے۔ یورپ اور ایشیا دونوں جگہ روسی انقلاب کا ایک زبردست بین الاقوامی اتحاد موجود ہے مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ، اور خاص اسی وجہ سے، اس کا نہ صرف قومی، نہ صرف روسی بلکہ بین الاقوامی دشمن بھی ہے۔ بڑھتی ہوئی پرولتاری جدوجہد کے خلاف تمام سرمایہ دار ملکوں میں ردعمل ناگزیر ہے اور ہر عوامی تحریک کے خلاف دونوں جگہ یعنی ایشیا میں اور خصوصاً یورپ میں ہر انقلاب کے خلاف یہ ساری دنیا کی بورژوا حکومتوں کو متحد کر رہا ہے۔ اعتدال پسند روسی دانشوروں کی اکثریت کی طرح ہماری پارٹی کے موقع پرست روس میں ایک ایسے بورژوا انقلاب کا اب بھی خواب دیکھ رہے ہیں جو بورژوازی کو "برگشتہ نہ کرے"، یا جس کے نتیجے میں انقلابی طبقے اقتدار حکومت ہتھیا نہ لیں۔ لاحاصل ہیں یہ امیدیں، عامیانہ خوابوں کی دنیا! دنیا کے تمام ترقی یافتہ ملکوں میں مادۂ آتش گیر مقدار میں اس قدر تیزی سے بڑھ رہا ہے اور اُن میں سے بیشتر ایشیائی ملکوں میں آگ اس قدر واضح طور پر پھیلتی جا رہی ہے جن پر ابھی کل ہی کی بات ہے کہ گہری نیند کی کیفیت طاری تھی، کہ بین الاقوامی بورژوا ردعمل میں شدت پیدا ہو جانا اور ایک ایک قومی انقلاب کا سنگین ہو جانا قطعی ناگزیر ہے۔

پرولتاری، شمارہ ۳۳
مورخہ ۲۳ جولائی (۵ اگست) ۱۹۰۸ء

لینن، مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۱۵، صفحہ ۱۸۶-۱۸۸

قومی مسئلے پر تنقیدی رائے

(ایک مضمون سے اقتباس)

مزدور طبقے کی جمہوریت کا پروگرام ہے کہ: کسی ایک قوم کو یا کسی ایک زبان کو قطعی مراعات حاصل نہ ہوں؛ قوموں کی سیاسی خود اختیاری کا یعنی قطعی آزاد، جمہوری طریقوں سے انہیں ریاستوں کی حیثیت سے الگ الگ کرنے کا مسئلہ حل ہو؛ پوری ریاست کے لئے ایک ایسا قانون جاری کیا جائے جس کے بموجب کوئی ایسا (دیہی، شہری یا اجتماعی وغیرہ وغیرہ) اقدام جو کسی قوم کو کسی طرح کی مراعات دیتا ہو اور جو قوموں کی مساوات کی یا کسی قومی اقلیت کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہو، غیر آئینی قرار دے دیا جائے اور ریاست کے کسی بھی باشندے کو حق حاصل ہو کہ وہ ایسے اقدام کے ناجائز قرار دیئے جانے کا مطالبہ کرے اور جو اس اقدام کی تعمیل کرنے کی کوشش کرے وہ سزا کا مستحق قرار پائے۔

مزدور طبقے کی جمہوریت زبان وغیرہ کے مسئلوں پر مختلف بورژوا جماعتوں کے قوم پرستانہ جھگڑے کے بالمقابل مزدور طبقے کی تمام تنظیموں مزدور سبھاؤں، صارفوں کی، تعلیمی اور دوسری سب طرح کی امداد باہمی کی انجمنوں ــــ میں تمام قومیتوں کے مزدوروں کے غیر مشروط اتحاد اور مکمل اشتراک کو کسی بھی قسم کی بورژوا قوم پرستی سے تفریق کرتے ہوئے پیش کرتی ہے صرف اس قسم کا اتحاد اور اشتراک ہی جمہوریت کی علم برداری اور سرمائے کے خلاف ــــ جو پہلے ہی بین الاقوامی ہے اور زیادہ حد تک ایسا ہوتا جا رہا ہے،

مزدوروں کے مفادات کا دفاع کر سکتا ہے اور یہی طرزِ زندگی کی جانب جو تمام مراعات سے اور ہر طرح کے استحصال سے بیگانہ ہوتی ہے، نوعِ انسانی کی ترقی کو بڑھاوا دے سکتا ہے

اکتوبر، دسمبر ۱۹۱۳ء میں لکھا گیا۔ لینن - مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۲۰، صفحہ ۲۲

ولادیمیر ایلیچ لینن

قومی مساوات

(ایک مضمون سے اقتباس)

"پوُت پراودی"[۱۳]، شمارہ ۴۸ (برائے ۲۸ مارچ) میں دوُما کے اندر روسی سوشل ڈیماکریٹی لیبر پارٹی کے گروپ نے قومی مساوات پر اپنے مسودۂ قانون کا جیسا کہ سرکاری عنوان ہے "یہودیوں کے تمام امتناعات کے اور نسب یا قومیت کی بنا پر عائد کردہ تمام پابندیوں کے خاتمے کے لئے مسودۂ قانون" کی عبارت شائع ہوئی ہے...

قومیتوں کو کچلنے کی پالیسی قوموں میں پھوٹ ڈالنے کی پالیسی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ لوگوں کے دماغوں کو باقاعدگی سے بگاڑنے کی پالیسی ہے۔ سیاہ صد کے منصوبوں کا مقصد مختلف قوموں میں تزاع پیدا کرنا، لاعلم اور پامال عوام الناس کے دماغوں کو زہر آلود کرنا ہے۔ سیاہ صد کا کوئی بھی اخبار اٹھا کر دیکھ لیجئے، آپ کو پتہ چل جائے گا کہ غیر روسیوں پر ظلم و تعدی، ایک طرف تو روسی کسانوں، روسی پیٹی بورژوازی اور روسی کاریگروں اور دوسری طرف یہودی، فنستانی، پولستانی، جارجیائی اور یوکرینی کسانوں، پیٹی بورژوازی اور کاریگروں میں ایک دوسرے

کے خلاف بے اعتمادی کے بیج بوئے بغیر پوری کی پوری سیاہ صد ٹولی کا جیسے پیٹ نہیں بھرتا۔

لیکن مزدور طبقے کو ضرورت اتحاد کی ہے، پھوٹ کی نہیں۔ وحشیانہ تعصبات اور توہمات سے جو لاعلم عوام الناس میں اس کے دشمن پیدا کرتے ہیں، بدتر دشمن اس کا اور کوئی نہیں ہے۔ "محکوم قوموں" پر استبداد دو دھاری تلوار ہے۔ اس کا وار دونوں طرف ہوتا ہے — "محکوم قوموں" پر بھی اور روسی قوم پر بھی

یہی وجہ ہے کہ مزدور طبقے کو ہر شکل وصورت کے قومی استبداد کے خلاف انتہائی پرزور احتجاج کرنا چاہئے۔

اُسے سیاہ صد کی شورش کا جو غیر روسیوں پر طعنہ زنی کی جانب اس کی توجہ مبذول کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مکمل مساوات کے، کسی ایک قوم کے لئے تمام مراعات مکمل اور قطعی طور سے مسترد کرنے کی ضرورت کے اپنے عقیدے کی توثیق کر کے جواب دینا چاہئے۔

یہودیوں کے خلاف نفرت کی خاص طور سے زہریلی مہم سیاہ صد چلاتے ہیں۔ پورشکے وچوں[140] کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ خود اپنے سارے گناہوں کے لئے قربانی کا بکرا یہودیوں کو بنائیں اور یہی وجہ ہے کہ دوما میں روسی سوشل ڈیماکریٹک لیبر پارٹی کے گروہ نے اپنے مسودۂ قانون میں یہودیوں پر عائد امتناعات کو پیش منظر میں رکھ کر صحیح بات کی ہے

یہودیوں سے جاہلانہ، وحشیانہ اور لامتناہی نفرت کے بیج بونے کے لئے اسکولوں، اخباروں، پارلیمانی ممبروں — غرضیکہ ہر وسیلے کو استعمال کیا جا رہا ہے۔

یہ ناپاک اور نفرت انگیز کام سیاہ صد کے سفلہ صفت ہی نہیں بلکہ رجعت پسند پروفیسر، عالم، صحافی اور دُوما کے ممبر بھی انجام دے رہے ہیں۔ لوگوں کا دماغ زہر آلود کرنے پر لاکھوں کروڑوں روبل صرف کئے جاتے ہیں۔

روسی مزدوروں کے لئے قومی استبداد کے خلاف اس مسودۂ قانون کی

کی ہزاروں دستخطوں اور اعلانوں سے تائید کرانا وقار کا سوال ہو گیا ہے۔۔۔ روس کے تمام مزدوروں کو بلا امتیاز قومیت باہم ملا کر مکمل اتحاد کو مستحکم کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہوگا۔

پوت پراودی، شمارہ ۶۲ — لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۱۴ء — جلد ۲۰، صفحہ ۲۳۷-۲۳۸

ولادیمیر ایلیچ لینن

عظیم روسیوں کے قومی فخر کے متعلق

(ایک مضمون سے اقتباس)

قومیت اور مادر وطن کے متعلق آج کل کس قدر باتیں، بحثیں اور چیخ و پکار ہو رہی ہے! برطانیہ کے اعتدال پسند اور انتہا پسند وزرائے کابینہ، فرانس کے بہت سارے "پیش بیں" صحافی (جو اپنے رجعت پسند رفقائے کار سے قطعی متفق ثابت ہوئے ہیں) اور روس میں سرکاری . . . تک بندوں کی بھیڑ کی بھیڑ۔ سب نے اپنے اپنے ملکوں کی آزادی اور خود مختاری، قومی خود مختاری کے اصولوں کی عظمت و شان میں ڈھیروں قصیدے کہہ ڈالے ہیں۔ پتہ ہی نہیں چلتا کہ قصاب نکولس رومانوف[۵] یا نیگروؤں اور ریڈ انڈینوں پر سفاکی سے ظلم توڑنے والوں کا ضمیر فروش قصیدہ خواں اپنی لنترانیاں کہاں ختم کرتا ہے، اور کہاں قسم کے گھٹیا آدمی کا بیان شروع ہو جاتا ہے جو محض اپنی بے وقوفی یا تذبذب کے باعث دھارے کے ساتھ بہنے لگتا ہے۔ ویسے یہ امتیاز بھی اہمیت نہیں رکھتا۔ ہمیں تو اپنے سامنے نہایت بسیط و عمیق نظریاتی رجحان نظر آتا ہے جس کی ابتدا کے ڈانڈے برسر اقتدار قوموں کے زمینداروں اور سرمایہ داروں

کے مفادات سے ملتے ہیں۔

ہمیں عظیم روسی سوشل ڈیما کریٹوں کو بھی چاہئے کہ اس نظریاتی رجحان کی جانب اپنے رویے کی وضاحت کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارے لئے یورپ کے مشرق بعید اور ایشیا کے بڑے حصے میں برسر اقتدار قوم کے نمائندوں کے لئے قومی مسئلے کی بے پناہ اہمیت کو فراموش کر دینا نازیبا ہوگا۔ خصوصاً ایک ایسے ملک میں جسے بجا طور پر "قید خانۂ اقوام" کہا جاتا ہے، اور خاص طور پر ایک ایسے زمانے میں جبکہ یورپ کے مشرق بعید میں اور ایشیا میں سرمایہ داری متعدد "نئی" قوموں میں، جن میں چھوٹی بھی ہیں اور بڑی بھی، زندگی اور شعور کو بیدار کر رہی ہے؛ ایک ایسے وقت جبکہ زارشاہی نے لاکھوں عظیم روسیوں اور غیر روسیوں کو لام بندی میں طلب کر لیا ہے تاکہ مجلس اشراف متحدہ[16] اور گچکوفوں، کریستونیکوفوں، دولگاروکوفوں، کوتلروں اور رودیچیفوں کے مفادات کے مطابق متعدد قومی مسئلوں کو "حل" کر لیا جائے۔

کیا ہم عظیم روسی طبقاتی شعور رکھنے والے پرولتاریوں کے لئے جذبۂ قومی افتخار بیگانہ ہے؟ ہرگز نہیں! ہم اپنی زبان اور اپنے ملک سے محبت کرتے ہیں، اور اس کے محنت کش عوام الناس (یعنی اس کی آبادی کے دس میں سے نو حصوں) کو جمہوریت پسند اور سوشلسٹ شعور کی سطح تک بلند کرنے کے لئے اپنی سی بھرپور اور انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ زار کے قصابوں، اشراف اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں ہمارا پیارا دیس جس طرح چیرہ دستیوں، استبداد اور رسوائی کا شکار ہوتا ہے اسے دیکھنا اور محسوس کرنا ہمارے لئے انتہائی کربناک ہے۔ ہمیں فخر ہے ہم میں سے عظیم روسیوں میں سے اٹھ کر ان چیرہ دستیوں کی مزاحمت کی جاتی ہے؛ کہ انھیں میں سے راداشچیف[17] اور دسمبری اور ۱۸۷۰ء کی دہائی کے

انقلابی عام شہری پیدا ہوئے؛ کہ عظیم روسی مزدور طبقے نے ۱۹۰۵ء میں عوام الناس کی ایک طاقت ور انقلابی جماعت قائم کی؛ کہ عظیم روسی کسان جمہوریت کی جانب مائل ہوئے اور پادریوں اور زمینوں کے مالکوں کے اقتدار کا تختہ پلٹنے میں مصروف ہو گئے۔

ہمیں یاد ہے کہ عظیم روسی جمہوریت پسند چرنی شے وسکی[۸] نے جنہوں نے انقلاب کے نصب العین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی، نصف صدی قبل کہا تھا: "بد نصیب قوم، غلاموں کی قوم، سر تا پا ـــــ سب غلام"؛ ظاہر و پوشیدہ عظیم روسی غلام (زار کی بادشاہت کے تعلق سے غلام)، اس قول کی یاد دہانی کو پسند نہیں کرتے۔ تاہم ہماری رائے میں اس قول سے ہمارے ملک سے حقیقی محبت کا اظہار ہوتا ہے، وہ محبت جو عظیم روسی قوم کے عوام الناس میں انقلابی جذبے کے فقدان کے باعث مغموم ہے۔ اُن دنوں اس قسم کے جذبے کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اب بھی یہ بہت تھوڑا ہے مگر ہے ضرور۔ قومی فخر کے جذبے سے ہم سرشار ہیں، کیونکہ عظیم روسی قوم نے بھی انقلابی طبقہ تخلیق کر لیا ہے، نوع انسانی کو آزادی اور سوشلزم کی جدوجہد کے شاندار نمونے پیش کرنے کی صلاحیت کا بھی ثبوت فراہم کر دیا ہے اور اس نے صرف کسی فرقے کے منظم قتل عام، پھانسیوں کی قطاروں، قلعوں کے اندر زمین دوز قید خانوں، خوفناک قحطوں، پادریوں، زاروں، زمینداروں اور سرمایہ داروں کی غلامانہ تابعداری ہی کی مثالیں پیش نہیں کی ہیں۔

قومی افتخار کے جذبے سے ہم سرشار ہیں اور خاص اسی سبب سے ہم اپنے غلامانہ ماضی سے (جبکہ زمیندار اور اشرافیہ کسانوں کو ہنگری، پولینڈ، فارس اور چین کی آزادی کا گلا گھونٹنے کے لئے جنگ میں لے گئی تھی) اور اپنے غلامانہ حال

ے خاص طور سے نفرت کرتے ہیں، جبکہ پھر عین وہی زمیندار، جنہیں سرمایہ داروں
کی امداد حاصل ہے، ہمیں جنگ میں لے کر جا رہے ہیں تاکہ پولینڈ اور یوکرین
کا گلا گھونٹ دیں، فارس اور چین میں جمہوری تحریک کو کچل ڈالیں اور
رومانونوں، بوبرنسکیوں اور پورشکے وچوں کی ٹولی کو تقویت پہنچائیں جو ہمارے
عظیم روسی قومی وقار کے لئے باعث ذلت ہیں۔ کسی کو اپنے پیدائشی غلام ہونے
پر سزاوار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مگر جو غلام آزادی حاصل کرنے کی کوشش سے
نہ صرف پرہیز کرے بلکہ غلامی کو حق بجانب قرار دے اور اس کے قصیدے
پڑھے (مثلاً پولینڈ اور یوکرین وغیرہ کا گلا گھونٹنے کو عظیم روسیوں کا "مادر وطن
کا دفاع" کہے) ـــــ ایسا غلام چاپلوس اور گنوار ہوتا ہے، جس کے خلاف غصے،
حقارت اور نفرت کا جائز جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

انیسویں صدی کی وضعدار جمہوریت کے عظیم ترین نمائندوں مارکس اور
اینگلس نے جو انقلابی پرولتاریہ کے معلم بنے، کہا تھا: "دوسری قوموں کو مغلوب
رکھنے والی کوئی قوم آزاد نہیں رہ سکتی"۔ اور قومی جذبۂ افتخار سے سرشار ہو کر
ہم عظیم روسی مزدور بہر صورت آزاد اور خود مختار، جمہوریت پسند، جمہوریائی اور
پر فخر عظیم روس کے خواہش مند ہیں، جو پڑوسیوں سے اپنے تعلقات کی بنیاد مساوات
کے انسان دوستانہ اصول پر قائم کرے گا، اور مراعات کے جاگیردارانہ اصول پر
نہیں، جو کسی عظیم قوم کے لئے نہایت ذلت آمیز ہوتا ہے۔ . . . سرمائے کی پوری
تاریخ تشدد اور غارت گری پر، قتل و خون اور بد عنوانیوں پر مبنی ہے۔ چھوٹی
قوموں کو بہر قیمت برقرار رکھنے کی ہم وکالت نہیں کرتے؛ دیگر حالات
اگر یکساں ہوں تو ہم قطعی طور پر مرکزیت کے حامی ہیں اور وفاقی تعلقات
کے پیٹی بورژوا نظریے کی مخالفت کرتے ہیں لیکن اگر ہمارا مفروضہ درست

بھی ہوتا تو یہ کام ہمارا یا جمہوریت پسندوں کا دسوشلسٹوں کا تو پھر ذکر ہی کیا) نہیں ہے کہ روما نوف، بوبرنسکی پورتشکے وچ گروہ کو یوکرین وغیرہ کا گلا گھونٹنے میں مدد دیں۔ خود اپنے جنکری انداز میں بسمارک[19] نے ایک ترقی پسند تاریخی فریضہ انجام دیا، مگر وہ بھی واقعی کیا خوب ہی "مارکسی" ہوگا جو ایسی بنیادوں پر بسمارک کے لئے سوشلسٹوں کی حمایت کی سوچنے لگ جائے! علاوہ ازیں بسمارک نے غیر متحدہ جرمنوں کو جن پر دوسری قومیں استبداد کر رہی تھیں، یکجا کر کے معاشی نشوونما اور ترقی کو بڑھاوا دیا، مگر عظیم روسی کی معاشی خوش حالی اور تیز رفتار نشوونما اور ترقی کا مطالبہ ہے کہ عظیم روسی قوم کے ہاتھوں دوسری قوموں پر استبداد سے ملک کو نجات حاصل ہو —— یہ ہے وہ فرق جس کو سچے روسی، مستقبل کے بسمارکوں کے ہمارے ہاں کے مداح نظرانداز کر دیتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ اگر تاریخ نے عظیم روسی حاوی قوم کی سرمایہ داری کے حق میں فیصلہ کیا تو اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ سرمایہ داری سے پیدا ہونے والے کمیونسٹ انقلاب کی خاص محرک قوت کی حیثیت سے عظیم روسی پرولتاریہ کا سوشلسٹ کردار اور بھی زیادہ بڑا ہو جائے گا۔ پرولتاری انقلاب کا مطالبہ ہے کہ مکمل ترین قومی مساوات اور اخوت کے جذبے میں مزدوروں کو طویل عرصے تک تعلیم دی جائے۔ چنانچہ عظیم روسی پرولتاریہ کے مفادات کا مطالبہ ہے کہ عوام الناس کو انتہائی عزم، استقلال، جرائت کے ساتھ اور انقلابی انداز میں باقاعدگی سے تعلیم دی جائے کہ وہ عظیم روسیوں کے ہاتھوں کچلی ہوئی تمام قوموں کی مکمل مساوات اور حق خودارادیت کی علمبرداری کریں۔ عظیم روسیوں کے قومی افتخار کے مفادات (جنہیں غلامانہ انداز سے تصور

میں نہ لایا گیا ہو) عظیم روسی (اور دیگر تمام) پرولتاریوں کے سوشلسٹ مفادات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مارکس ہمارے لئے ہمیشہ قابل تقلید مثال رہیں گے جو قرنوں تک برطانیہ میں رہنے اور نیم انگریز بن جانے کے باوجود برطانوی مزدوروں کی سوشلسٹ تحریک کے مفادات کی خاطر آئرستان کی آزادی اور قومی خود مختاری کا مطالبہ کرتے رہے ۔۔۔۔

سوتسیال دیموکرات شمارہ ۳۵ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۴ء

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۲۱، صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳۔۱۰۶

ولادیمیر ایلیچ لینن

جنگ کے متعلق خاص جرمن موقع پرستانہ تصنیف[1]

(مضمون سے اقتباس)

سامراجیت کے دور میں دنیا کی بیشتر قوموں کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی راہِ نجات نہیں ہوسکتی کہ عظیم طاقتوں کا پرولتاریہ انقلابی کارروائی کرے جو قومیت کی حدوں کے پار پھیل جائے، ان سرحدوں کو توڑ ڈالے اور بین الاقوامی بورژوازی کا تختہ پلٹ دے۔ جب تک بورژوازی کا تختہ پلٹا نہیں جاتا اس وقت تک "عظیم طاقتیں" کہلائی جانے والی قومیں برقرار رہیں گی، یعنی پوری دنیا کی قوموں کے دس حصوں میں سے نو

[1] مصنف کی مراد ڈیوڈ کی کتاب ڈائی سوزیال ڈیموکراٹی اِم ویلٹکریگ: ورلاگ "فاروارٹس"، برلن، ۱۹۱۵ء سے ہے۔ — ایڈیٹر

حصوں پر استبداد موجود رہے گا۔ بورژوازی کا تختہ پلٹ جانے سے ہر طرح کی قومی تقسیموں کے ختم ہونے کی رفتار میں زبردست اضافہ ہو جائے گا اور اس سے دولت کے اعتبار اور روحانی زندگی، نظریاتی رجحانات، میلانات اور تدریجی کیفیتوں کے تنوع کے لحاظ سے نوع انسانی کی "تفریق" میں کوئی کمی نہیں آئے گی بلکہ اس کے برعکس لاکھوں گنا اضافہ ہو جائے گا۔

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۱، صفحہ ۲۷۴

جون۔ جولائی ۱۹۱۵ء میں لکھا گیا۔

ولادیمیر الیچ لینن

سوشلسٹ انقلاب اور قوموں کا حق خود ارادیت

دعوے

۴۔ قوموں کے حق خود ارادیت کے مسئلے کا پرولتاری انقلابی انداز میں اظہار

... پرولتاریہ پر لازم ہے کہ وہ مظلوم قوموں کو کسی مخصوص ریاست کی حدود میں زبردستی رکھنے کے خلاف جدوجہد کرے، جس کے معنی یہ ہیں کہ اسے حق خود ارادیت کے لئے لڑنا چاہئے۔ پرولتاریہ پر لازم ہے کہ وہ نوآبادیوں اور "خود اپنی" قوم کے ہاتھوں ظلم و ستم سہنے والی قوموں کے لئے سیاسی علیحدگی کی آزادی کا مطالبہ کرے۔ ورنہ پرولتاریہ کی بین الاقوامیت کھوکھلے الفاظ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگی؛ ظالم

اور مظلوم قوموں کے مزدوروں کے درمیان نہ تو اعتماد ممکن ہوگا نہ طبقاتی یک جہتی؛ اصلاح پسندوں اور کاؤتسکی کے حامیوں کی ڈھکوسلے بازی، جو خود ارادیت کی توحمایت کرتے ہیں مگر ان قوموں کے سلسلے میں خاموشی اختیار کر لیتے ہیں جو "خود ان کی اپنی" قوم کے ہاتھوں ظلم وستم برداشت کر رہی ہیں اور جنہیں "خود ان کی اپنی" ریاست زبردستی اپنے میں شامل رکھے ہوئے ہے، بے نقاب ہوئے بغیر ہی رہ جائے گی۔

دوسری طرف، مظلوم قوموں کے سوشلسٹوں پر لازم آتا ہے کہ وہ خصوصاً، مکمل اور غیر مشروط اتحاد کی مدافعت اور تعمیل کریں، جس میں مظلوم قوموں کے مزدوروں کا اور ظلم کرنے والی قوم کے مزدوروں کا تنظیمی اتحاد بھی شامل ہے۔ اس کے بغیر بورژوازی کی ہر طرح کی سازشوں، دغابازی اور فریب کے مقابلے میں پرولتاریہ کی آزاد پالیسی اور دوسرے ملکوں کے پرولتاریہ سے اس کی طبقاتی یک جہتی کی مدافعت کرنا غیر ممکن ہے۔ مظلوم قوموں کی بورژوازی مزدوروں کو فریب دینے کے لئے قومی آزادی کے نعروں کو متواتر استعمال کرتی ہے؛ اپنی اندرونی پالیسی میں وہ ان نعروں کو حاکم قوم کی بورژوازی سے رجعت پسند سمجھوتے کرنے کے لئے استعمال کرتی ہے (مثلاً آسٹریا اور روس میں پولستانی جو یہودیوں اور یوکرینیوں کو دبانے کے لئے رجعت پسندوں سے مصالحت کر لیتے ہیں)؛ اپنی خارجہ پالیسی میں وہ اپنے غارت گرانہ منصوبوں کی تعمیل کی خاطر رقیب سامراجی طاقتوں میں سے کسی ایک سے مصالحت کر لینے کی کوشش کرتی ہے (چھوٹی چھوٹی بلقانی ریاستوں وغیرہ کی پالیسی)۔

۵۔ قومی مسئلے پر مارکسزم اور پرودھونزم

. . . مارکس نے، جو ترقی یافتہ ملکوں میں پرولتاری طبقاتی جدوجہد کے مفادات کا سب سے پہلے لحاظ رکھتے تھے، بین الاقوامیت پسندی اور سوشلزم

کے بنیادی اصول کو پیش منظر میں رکھا — یعنی دوسری قوموں کو مغلوب رکھنے والی کوئی قوم آزاد نہیں رہ سکتی۔ جرمن مزدوروں کی انقلابی تحریک کے مفادات کے نقطۂ نظر سے ہی مارکس نے ۱۸۴۸ء میں مطالبہ کیا تھا کہ جرمنی میں فتح یاب جمہوریت کو اُن قوموں کی آزادی کا اعلان کرکے اس کی تعمیل کر دینی چاہیئے جن پر جرمنوں کا استبداد ہے۔ انگریز مزدوروں کی انقلابی جدوجہد کے نقطۂ نظر سے ہی مارکس نے ۱۸۶۹ء میں انگلستان سے آئرستان کی علیحدگی کا مطالبہ کیا تھا اور کہا تھا: "... خواہ علیحدگی کے بعد وفاق ہی کی تشکیل کیوں نہ ہو جائے"۔ یہ مطالبہ پیش کرکے مارکس درحقیقت انگریز مزدوروں کو بین الاقوامیت پسندی کے جذبے کی تعلیم دے رہے تھے۔ صرف اس طریقے سے ہی وہ موقع پرستی اور بورژوا اصلاح پسندی کے بالمقابل — جو آج، نصف صدی کے بعد بھی آئرستانی "اصلاح" کو عملی جامہ نہیں پہنا سکی ہے — متعلقہ تواریخی مسئلے کا انقلابی حل پیش کر سکتے تھے۔ صرف اس طرح ہی مارکس یہ دعویٰ کر سکتے تھے کہ — سرمائے کے عذر خواہوں کے برعکس جو چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی قوموں کو علیحدگی اختیار کرنے کی آزادی دینا محض خیالی اور ناقابل عمل بات ہے، اور یہ کہ نہ صرف معاشی بلکہ سیاسی ارتکاز بھی ترقی پسند ہے — یہ ارتکاز اسی صورت میں ترقی پسند ہوتا ہے جبکہ وہ غیر سامراجی ہو، اور یہ کہ قوموں کو زبردستی نہیں بلکہ تمام ملکوں کے پرولتاریوں کے آزادانہ اتحاد کے ذریعے یکجا کرنا چاہیئے۔

۶ - قوموں کی خود ارادیت کے لحاظ سے تین قسموں کے ممالک

اس لحاظ سے قوموں کو تین خاص قسموں میں تقسیم کرنا چاہیئے۔

اول تو مغربی یورپ کے ترقی یافتہ سرمایہ دار ممالک اور ریاستہائے متحدہ امریکہ۔

ان ملکوں میں بورژوا قومی تحریکیں بہت عرصہ قبل ختم ہو چکی تھیں۔ ان "عظیم" قوموں میں سے ہرایک اپنی نوآبادیوں میں بھی اور خود اندرون ملک بھی دیگر قوموں پر استبداد کرتی ہے۔ ان حکمراں قوموں کے پرولتاریہ کے فرائض وہی ہیں جو آئرستان کے تعلق سے انیسویں صدی میں انگلستان کے پرولتاریہ کے فرائض تھے۔ ۵ا

۵ا بعض چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں جو ۱۶ - ۱۹۱۴ء کی جنگ سے علیحدہ رہی ہیں۔ مثلاً ہالینڈ اور سوئٹزرلینڈ۔ بورژوازی "قوموں کی خود ارادیت" کے نعرے کو وسیع پیمانے پر استعمال کر کے سامراجی جنگ میں شرکت کو حق بجانب قرار دیتی ہے۔ ایسے ملکوں میں یہ سوشل ڈیماکریٹوں کو خود ارادیت کی تردید کرنے پر آمادہ کرنے کا ایک محرک ہے۔ درست پرولتاری پالیسی کی، سامراجی جنگ میں "مادر وطن کے دفاع"، تسلیم نہ کرنے کی پالیسی کی مدافعت کے لئے غلط دلائل استعمال کئے جارہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نظریاتی اعتبار سے مارکسزم کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے اور عملی طور پر اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ایک عجیب وضع کی چھوٹی قوموں کی تنگ نظری پیدا ہوجاتی ہے اور "مقتدر" قوموں کے غلبے میں آئی ہوئی قوموں میں کروڑوں لوگوں سے بے التفاتی برتی جانے لگتی ہے۔ اپنے نہایت ہی اچھے کتابچے سامراجیت، جنگ اور سوشل ڈیماکریسی میں کامریڈ گورٹر نے قوموں کی خود ارادیت کے اصول کو مسترد کرنے کی غلطی کی ہے، مگر اس کا اطلاق اس وقت صحیح طور پر کیا ہے جب کہ وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ولندیزی انڈیز کو "سیاسی اور قومی خود مختاری" فوراً دیدی جائے اور ان ولندیزی موقع پرستوں کو بے نقاب کیا ہے جو یہ مطالبہ پیش کرنے اور اس کے لئے لڑنے سے انکار کرتے ہیں۔

دوسرے، مشرقی یورپ: آسٹریا، بلقانی ریاستیں اور خاص طور سے روس۔ یہاں بیسویں صدی نے ہی بورژوا جمہوری قومی تحریکوں کو خاص طور سے نشوونما اور قومی جدوجہد کو شدت دی۔ ان ملکوں میں پرولتاریہ کے فرائض کی جن میں ان کی بورژوا جمہوری اصلاحوں کی تکمیل اور دیگر ملکوں میں سوشلسٹ انقلاب کو امداد فراہم کرنا دونوں شامل ہیں، قوموں کی خود ارادیت کے حق کی علمبرداری کے بغیر تعمیل نہیں ہو سکتی۔ اس میں سب سے مشکل اور سب سے اہم فرض استبداد کرنے والی قوموں کے مزدوروں کی طبقاتی جدوجہد کو مظلوم قوموں کے مزدوروں کی جدوجہد سے متحد کرنے کا ہے۔

تیسرے، نیم آبادیاتی ممالک، جیسے کہ چین، فارس اور ترکی، اور تمام نوآبادیاں، جن کی مجموعی آبادی ایک ارب ہے۔ ان ملکوں میں بورژوا جمہوری تحریکیں یا تو بمشکل شروع ہی ہوئی ہیں یا انہیں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ سوشلسٹوں پر لازم ہے کہ وہ نوآبادیوں کی غیر مشروط اور فوری آزادی کا بلاہرجانہ نہ صرف مطالبہ کریں ـــــ اور اس مطالبے سے سیاسی معنوں میں مراد حق خود ارادیت کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے؛ بلکہ ان ملکوں کے اندر قومی آزادی کی بورژوا جمہوری تحریکوں میں زیادہ انقلابی عناصر کی پُرعزم حمایت بھی کریں اور جو سامراجی طاقتیں ان پر ظلم و استبداد کرتی ہیں ان کے خلاف ان کی بغاوتوں یا اگر ہو تو انقلابی جنگ میں مدد کریں۔

جنوری - فروری ۱۹۱۶ء
میں لکھا گیا۔

لینن - مجموعۂ تصانیف
(انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۲، صفحہ ۱۴۷ - ۱۵۲

خود ارادیت پر مباحثے کا خلاصہ

۹۔ اینگلس کا خط بنام کاؤتسکی(۲۰)

اپنے کتابچے سوشلزم اور نوآبادیاتی سیاست (برلن، ۱۹۰۷ء)
میں کاؤتسکی نے جو اُن دنوں ابھی مارکسی تھے، ایک خط شائع کیا تھا جو ۱۲ ستمبر ۱۸۸۲ء
کو اینگلس نے انہیں لکھا تھا، جو زیر بحث مسئلے کے تعلق سے انتہائی دل چسپ ہے۔
اس خط کا خاص جزو یہاں پیش کیا جاتا ہے:

"میری رائے میں خالص نوآبادیاں یعنی وہ ممالک جن پر یورپی آبادی قابض
ہے ــــ کناڈا، راس امید، آسٹریلیا ــــ سب خود مختار ہو جائیں گی؛ دوسری
طرف ان ممالک پر جہاں دیسی باشندے آباد ہیں، جنہیں محض محکوم کر لیا گیا ہے۔
ہندستان، الجیریا، ولندیزی، پرتگیزی اور ہسپانوی مقبوضات ــــ فی الحال
پرولتاریہ اپنے اختیار میں لے لے اور جلد از جلد انہیں خود مختاری کی جانب لے جائے۔
یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ عمل کس طرح رونما ہوگا۔ غالباً ہندستان میں، درحقیقت بہت ممکن یہی
ہے کہ انقلاب آئے گا، اور چونکہ کوئی پرولتاریہ جو خود اپنی نجات حاصل کرنے کے عمل سے
گزر رہا ہو، نوآبادیاتی جنگیں نہیں لڑ سکتا، اس لئے اس کو اپنی راہیں خود نکالنے کے لئے
چھوڑ دینا پڑے گا؛ ظاہر ہے کہ وہ ہر طرح کی تباہیوں کے بغیر یونہی نہیں گزر جائے گا مگر
اس قسم کی چیز تمام انقلابوں کا ایک ایسا جزو ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا
نہیں کیا جا سکتا۔ کہیں اور بھی، مثلاً الجیریا اور مصر میں ایسا ہی ہو سکتا ہے، اور یقیناً
ہمارے لئے سب سے اچھا ہوگا۔ خود اپنے وطن میں ہمارے پاس کافی کچھ کرنے کو ہوگا۔
یورپ کی ایک بار اگر از سر نو تنظیم ہو گئی، اور شمالی امریکہ جو بے پناہ قوت فراہم کرے گا اور

بہت بڑی مثال ہوگا، تو پھر نیم مہذب ممالک از خود ان کے ہی نقش قدم پر چلیں گے؛ اور کچھ نہیں تو معاشی ضرورتیں اس کا بندوبست کر لیں گی۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس طرح سوشلسٹ تنظیم کی منزل تک پہنچنے سے پہلے یہ ممالک کون کون سے سماجی اور سیاسی مرحلوں سے گزریں گے، اس کے متعلق میرا خیال ہے کہ آج ہم صرف قدرے لاحاصل مفروضے ہی پیش کر سکتے ہیں۔ صرف ایک ہی بات یقینی ہے: فتحیاب پرولتاریہ خود اپنی فتح کی بنیادیں کھوکھلی کئے بغیر کسی بیرونی قوم پر کسی قسم کی رحمت زبردستی نازل نہیں کر سکتا۔ جس سے بلاشبہ مراد مختلف قسموں کی مدافعتی جنگوں کو امکان سے خارج کرنا نہیں ہے . . ."

اینگلس نے ہرگز یہ فرض نہیں کیا ہے کہ صرف "معاشی" ہی سے تمام مشکلیں براہ راست دور ہو جائیں گی۔ معاشی انقلاب تمام قوموں کے لئے محرک بنے گا کہ وہ سوشلزم کے لئے کوشش کریں، لیکن اس کے ساتھ ہی انقلابات — سوشلسٹ ریاست کے خلاف — اور جنگیں ممکن ہیں۔ سیاست اپنے آپ کو معیشت کے مطابق ناگزیر طور سے موزوں کرے گی مگر فوراً یا روانی کے ساتھ نہیں، معمولی طور سے نہیں، براہ راست نہیں۔ اینگلس نے صرف ایک قطعی طور سے بین الاقوامیت پسند اصول کو "یقینی" کہا ہے اور اس کا اطلاق وہ تمام "غیر قوموں" پر کرتے ہیں یعنی وہ صرف نوآبادیاتی قوموں تک محدود نہیں ہے: ان پر زبردستی رحمت نازل کرنے کے معنی پرولتاریہ کی فتح کی بنیادیں کھوکھلی کرنا ہوگا۔

جولائی ۱۹۱۶ء میں لکھا گیا

لینن - مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۲، صفحہ ۳۵۲ - ۳۵۳

ولادیمیر ایلیچ لینن

پ۔ کیئفسکی (ی۔ پیاتاکوف)(۲۱) کو جواب

(مضمون سے اقتباس)

موجودہ جنگ قوموں کو تشدّد اور مالی انحصار کے ذریعے اتحادوں میں متحد و "مدغم" کرتی ہے۔ بورژوازی کے خلاف اپنی خانہ جنگی میں ہم قوموں کو روبل کی طاقت سے نہیں، ڈنڈے کے زور سے نہیں، تشدّد سے نہیں بلکہ استحصال کرنے والوں کے خلاف محنت کش عوام کے رضاکارانہ سمجھوتے اور یک جہتی سے متحد و مدغم کریں گے۔ بورژوازی کا تمام قوموں کے لئے مساوی حقوق کا اعلان ایک فریب بن گیا ہے۔ تمام قوموں کو اپنا حامی بنانے میں سچائی سہولت فراہم کرے گی اور اس عمل کی رفتار کو بڑھائے گی۔ قوموں کے درمیان موثر طور سے منظم جمہوری تعلقات کے بغیر — اور نتیجے میں علیحدگی اختیار کرنے کی آزادی کے بغیر — بورژوازی کے خلاف تمام قوموں کے مزدوروں اور عموماً محنت کش عوام کی خانہ جنگی ناممکن ہے

اگست۔ ستمبر ۱۹۱۶ء میں لکھا گیا۔

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

جلد ۲۳ صفہ ۲۷

ولادیمیر ایلیچ لینن

مارکسزم کا بگڑا ہوا خاکہ اور سامراجی معیشت پسندی

(مضمون سے اقتباس)

۶ - دیگر سیاسی مسائل جو پ کییفسکی نے اٹھائے اور توڑ مروڑ کر پیش کیئے

. . . ہم نے کہا تھا کہ نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی قومیں ایک ارب لوگوں پر مشتمل ہیں، اور پ کییفسکی نے اس ٹھوس بیان کی تردید کرنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی۔ ان ایک ارب میں سے ۷۰ کروڑ سے زیادہ (چین، ہندستان، فارس، مصر) ایسے ملکوں میں رہتے ہیں جہاں مزدور موجود ہیں۔ لیکن نوآبادیاتی ملکوں کے تعلق سے بھی جہاں مزدور موجود نہیں ہیں، صرف غلاموں کے مالک اور غلام وغیرہ رہتے ہیں، "خودارادیت" کا مطالبہ مہمل ہونا تو درکنار، ہر مارکسی کے لئے لازم ہے۔ اور اگر کییفسکی نے خود اس معاملے پر ذرا غور کیا ہوتا تو غالباً اُن کو اس کا احساس ہو جاتا اور اس بات کا بھی کہ "خودارادیت" ہمیشہ دو قوموں یعنی ایک مظلوم اور دوسری ظالم "کے لئے" پیش کی جاتی ہے۔ . .

ہر ہوش مند مزدور سوچے گا: "یہ ہیں پ کییفسکی جو ہم مزدوروں سے نعرہ لگانے کے لئے کہہ رہے ہیں" نوآبادیوں سے نکل جاؤ"۔ بہ الفاظ دگر ہم عظیم روسی مزدوروں کو اپنی حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیئے کہ وہ منگولیا، ترکستان، فارس سے نکل آئے؛ انگریز مزدوروں کو مطالبہ کرنا چاہیئے کہ انگلستانی حکومت مصر، ہندستان، فارس وغیرہ سے نکل جائے۔ لیکن کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم پرولتاری اپنے آپ کو مصری مزدوروں اور فلاحین سے، منگولیائی، ترکستانی یا ہندستانی مزدوروں اور کسانوں سے علیحدہ کرنے کے خواہشمند ہیں؟ . .

ہمیشہ کی طرح اب بھی ہم ترقی یافتہ ملکوں کے طبقاتی شعور رکھنے والے مزدوروں اور تمام مظلوم ملکوں کے مزدوروں، کسانوں اور غلاموں کی قریب ترین وابستگی اور ادغام کے حق میں ہیں اور بدستور رہیں گے۔ تمام مظلوم ملکوں میں، جن میں نوآبادیاں بھی شامل ہیں، تمام مظلوم طبقوں کو ہم نے ہمیشہ مشورہ دیا ہے اور بدستور مشورہ دیتے رہیں گے کہ وہ ہم سے علیحدہ نہ ہوں، بلکہ قریب ترین امکانی رشتے قائم کریں اور ہم میں مدغم ہو جائیں۔

ہم اپنی حکومتوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ نوآبادیاں چھوڑ کر چلی آئیں، یا، اگر ہم ہلچل کے نعروں کے بجائے ٹھیک سیاسی اصطلاح استعمال کریں تو یہ — کہ وہ نوآبادیوں کو علیحدگی اختیار کرنے کی مکمل آزادی، حقیقی حق خود ارادیت دے دیں، اور اقتدار پر قابض ہوتے ہی ہم اس حق کی یقیناً تعمیل کریں گے اور یہ آزادی دے دیں گے۔ یہ مطالبہ ہم موجودہ حکومتوں سے کرتے ہیں اور جب ہماری حکومت ہو گی تو اس کی تعمیل کریں گے، علیحدگی کی "سفارش" کرنے کی غرض سے نہیں، بلکہ اس کے برعکس، قوموں کی جمہوری وابستگی اور ادغام کی سہولت فراہم کرنے اور اس عمل کی رفتار بڑھانے کی غرض سے۔ منگولیائیوں، فارسیوں، ہندستانیوں، مصریوں سے وابستگی پیدا کرنے اور ادغام کی کوشش میں ہم کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ ہمارا فرض ہے اور ایسا کرنا ہمارے مفاد میں ہے، کیونکہ بصورت دگر یورپ میں سوشلزم محفوظ نہیں ہوگا۔ ان قوموں کو جو ہماری بہ نسبت زیادہ پسماندہ اور مظلوم ہیں، پولستانی سوشل ڈیماکریٹوں کے خوب صورت الفاظ میں "بے لوث تہذیبی امداد" فراہم کرنے کی کوشش کریں گے۔ بہ الفاظ دگر ہم انہیں مشینوں کے استعمال کی منزل میں داخل ہونے میں، محنت کا بوجھ ہلکا کرنے میں جمہوریت

سوشلزم حاصل کرنے میں مدد دیں گے۔
اگر ہم منگولیائیوں، فارسیوں، مصریوں اور بلا استثنا دیگر تمام مظلوم اور غیر مساوی قوموں کے لئے علیحدگی اختیار کرنے کی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ ہم علیحدگی کی حمایت کرتے ہیں، بلکہ محض اس لئے کہ جبری وابستگی سے مختلف، ہم آزادانہ، رضا کارانہ وابستگی کے حق میں ہیں۔ یہی واحد سبب ہے!
اور اس اعتبار سے منگولیائی یا مصری کسانوں اور مزدوروں اور ان کے مدمقابل پولستانی یا فنستانی کسانوں اور مزدوروں کے درمیان واحد فرق، ہماری نظر میں، یہ ہے کہ عظیم روسیوں کے مقابلے میں موخر الذکر زیادہ ترقی یافتہ، سیاسی اعتبار سے زیادہ تجربہ کار ہیں، معاشی اعتبار سے زیادہ تیار ہیں وغیرہ اور اس وجہ سے ہر طرح امکان یہی ہے کہ وہ اپنے ہاں کے لوگوں کو بہت جلد قائل کر لیں گے کہ جلاد کا کردار ادا کرنے کے باعث عظیم روسیوں سے اپنی موجودہ جائز نفرت کو وسعت دے کر سوشلسٹ مزدوروں تک اور سوشلسٹ روس تک لے جانا غیر دانش مندانہ ہے۔ وہ انہیں قائل کر لیں گے کہ معاشی مصلحت اور بین الاقوامیت پسندانہ اور جمہوری احساس اور شعور کا مطالبہ ہے کہ تمام قومیں جلد از جلد باہم وابستہ اور سوشلسٹ سماج میں مدغم ہو جائیں۔ اور چونکہ پولستانی اور فنستانی نہایت ہی مہذب لوگ ہیں اس لئے غالباً بہت جلد ہی اس رویئے کا درست ہونا ان کی سمجھ میں آجائے گا اور سوشلزم کی فتح کے بعد پولینڈ اور فن لینڈ کی امکانی علیحدگی محض مختصر مدت کی ہوگی۔ ناقابل موازنہ کم حد تک تہذیب یافتہ فلاحین، منگولیائی اور فارسی ممکن ہے زیادہ طویل عرصے تک کے لئے علیحدگی اختیار کریں، لیکن جیسا کہ مندرجہ بالا سطروں میں واضح کیا جا چکا ہے، بے لوث تہذیبی امداد کے ذریعے

اسے ہم مختصر کرنے کی کوشش کریں گے

اگست ۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں لکھا گیا۔ لینن ۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

جلد ۲۳، صفحہ ۶۴، ۶۶، ۶۷، ۶۸

ولادیمیر ایلیچ لینن

بنام اینیسّا ارماند[2]

(ایک خط سے اقتباس)

"محنت کشوں کا کوئی ملک نہیں ہوتا" — اس کے معنی یہ ہیں کہ (ا) اس کی معاشی حالت (سے سلاریا[1]) قومی نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے، (ب) اس کا طبقاتی دشمن بین الاقوامی ہے، (ج) اس کی نجات کی شرائط بھی، (د) مزدوروں کا بین الاقوامی اتحاد قومی کی بہ نسبت زیادہ اہم ہے۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے، کیا اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ غیر ملکی غلامی کا جُوا اتار پھینکنے کا جب مسئلہ ہو تو ہمیں لڑنا نہیں چاہئے؟؟

نجات کے لئے نوآبادیوں کی جنگ؟

— آئرستان کی انگلستان کے خلاف؟

اور بغاوت (قومی)، کیا وہ مادر وطن کا دفاع نہیں ہے؟

اس کے متعلق میں تمہیں کیئفسکی کے خلاف اپنا مضمون بھیجوں گا۔

۲۰ نومبر ۱۹۱۶ء کو لکھا گیا لینن ۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

جلد ۳۵، صفحہ ۲۴۷

---

[1] اجرتوں کا نظام — ایڈیٹر

بنام اینیسّا ارماند

(ایک خط سے اقتباس)

لیکن عام طور سے دیکھا جائے، تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم کسی طرح قدرے یک رخی اور رسمی سے انداز میں بحث کرتے ہو۔ کمیونسٹ مینی فیسٹو سے تم نے ایک حوالہ لے لیا ہے (کامگاروں کا کوئی ملک نہیں ہوتا) اور ایسا لگتا ہے کہ تم اس کا اطلاق بلاشرط، قومی جنگوں تک کو تسلیم نہ کرنے تک کرنا چاہتے ہو۔

مارکسزم کا پورا جذبہ، اس کا پورا نظام مطالبہ کرتا کہ ہر بیان پر (ا) صرف تاریخی طور پر، (ب) صرف دوسرے بیانات کے تسلسل میں (ج) تاریخ کے صرف ٹھوس تجربے کے تسلسل میں غور کرنا چاہئے۔

وطن ایک تواریخی تصوّر ہے۔ وطن ایک عہد ہے یا زیادہ ٹھیک بیان کیا جائے تو قومی استبداد کا تختہ پلٹنے کے لئے جدوجہد کے وقت یہ ایک چیز ہوتی ہے اور اس وقت جب کہ قومی تحریکیں بہت دور پیچھے رہ جاتی ہیں تو یہ دوسری چیز ہو جاتی ہے۔ "تین قسموں کے ملکوں" میں (خود ارادیت پر ہمارے دعووں میں سے چھٹا) وطن اور اس کے دفاع کے متعلق ایسا کوئی بیان نہیں ہو سکتا جس کا تمام حالات میں یکساں اطلاق ہو سکتا ہو۔

کمیونسٹ مینی فیسٹو میں کہا گیا ہے کہ کامگاروں کا کوئی ملک نہیں ہوتا۔

درست۔ مگر اُس جگہ صرف یہی نہیں کہا گیا ہے۔ وہاں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ جب قومی ریاستوں کی تشکیل ہو رہی ہو تو پرولتاریہ کا کردار قدرے خاص ہوتا ہے۔ پہلے بیان کو قبول کر لینا (کامگاروں کا کوئی ملک نہیں ہوتا) اور دوسرے

سے (قومی اعتبار سے، اگرچہ اُن ہی معنوں میں نہیں جن میں بورژوازی سمجھتی ہے، مزدوروں کی تشکیل بطور ایک طبقے کے ہے) اس کے تعلق کو فراموش کر دینا غیر معمولی طور پر غلط ہوگا.

تو پھر تعلق ہے کہاں؟ میری رائے میں، ٹھیک اس حقیقت میں کہ جمہوری تحریک کے اندر (ایسے وقت میں، ایسے ٹھوس حالات میں) پرولتاریہ اس کی حمایت کرنے سے (اور، اس کے نتیجے میں، قومی جنگ کے دوران مادرِ وطن کے دفاع کی حمایت کرنے سے) انکار نہیں کر سکتا. . . .

۳۰ نومبر ۱۹۱۶ء کو لکھا گیا۔

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۳۵، صفحہ ۲۵۰-۲۵۱

ولادیمیر الییچ لینن

پارٹی پروگرام پر نظرِ ثانی

(اقتباس)

۱۹۱۷ء کے انقلاب کے چھ ماہ کے بعد اس بات پر شک وشبہ کرنا بمشکل ہی ممکن ہے کہ روس کے انقلابی پرولتاریہ کی جماعت، عظیم روسی زبان استعمال کرنے والی جماعت کو علیحدگی کا حق تسلیم کرنا پڑ رہا ہے۔ جب ہم اقتدار حاصل کر لیں گے تو فن لینڈ، یوکرین، آرمینیہ اور زار شاہی (عظیم روسی بورژوازی) کے ہاتھوں کچلی ہوئی دوسری کسی بھی قومیت کے اس حق کو فوراً اور بلا شرط تسلیم کر لیں گے۔ دوسری طرف ہم علیحدگی اختیار کرنے کی حمایت قطعی نہیں کرتے۔ ہم وسیع وبسیط ریاست چاہتے ہیں، ہماری خواہش ہے کہ عظیم روسیوں کی پڑوسی قوموں میں سے زیادہ سے

زیادہ کے ساتھ نہایت قریبی تعلقات قائم ہوں؛ ہم جمہوریت اور سوشلزم کے
مفادات میں اس کے خواہشمند ہیں تاکہ پرولتاریہ کی جدوجہد میں مختلف قوموں کے
محنت کش زیادہ سے زیادہ تعداد میں کھنچ کر آجائیں۔ ہم پرولتاری انقلابی اتحاد کے،
متحد ہونے کے خواہشمند ہیں، اور علیحدگی نہیں چاہتے۔ ہم انقلابی اتحاد کے خواہشمند
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے جو حل پیش کیا ہے وہ عموماً تمام ریاستوں کو متحد کر دینے کی
دعوت نہیں دیتا، کیونکہ سماجی انقلاب صرف ان ریاستوں کو جو سوشلزم کی حامی
ہو گئی ہیں یا ہوتی جا رہی ہیں، نوآبادیوں وغیرہ کو جو اپنی آزادی حاصل کر رہی ہیں؛
متحد کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ ہم آزاد اتحاد چاہتے ہیں، اسی لئے ہمیں علیحدگی
اختیار کرنے کے حق کو تسلیم کرنا چاہیئے (علیحدگی اختیار کرنے کی آزادی کے بغیر
متحد ہونے کو آزاد نہیں کہا جا سکتا)۔ علیحدگی اختیار کرنے کے حق کو، ہمیں اس لئے
اور بھی تسلیم کرنا چاہیئے کہ زارشاہی اور عظیم روسی بورژوازی نے اپنے جور واستبداد
کے باعث پڑوسی قوموں کے دلوں میں عظیم روسی کی طرف سے زبردست تلخی اور
بے اعتمادی پیدا کر دی ہے اور انھیں زبانی جمع خرچ سے نہیں عمل سے
مٹانا ہوگا۔

مگر ہم اتحاد چاہتے ہیں اور اسے واضح کر دینا لازم ہے: بسی تیج میل
ریاست کی جماعت کے پروگرام میں اسے بیان کر دینا اس قدر اہم ہے کہ عام رواج
کو ترک کرنا اور ایک اعلامیہ شامل کر لینا ضروری ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ روسی
(میں تو عظیم روسی تک کہنے کو آمادہ ہوں، کیونکہ زیادہ درست یہی ہے) لوگوں
کی جمہوریہ دوسری قوموں کو اپنی طرف کھینچے۔ لیکن کیسے؟ تشدد سے نہیں
بلکہ صرف رضا کارانہ سمجھوتے سے۔ ورنہ تمام ملکوں کے مزدوروں کا اتحاد اور
برادرانہ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ بورژوا جمہوریت پسندوں کے برعکس ہم تمام

قومیتوں کے مزدوروں کی اخوت کا نعرہ بلند کرتے ہیں، قوموں کی اخوت کا نہیں، کیونکہ ہم کسی بھی ملک کی بورژوازی پر اعتماد نہیں کرتے، اسے ہم اپنے دشمن جیسا تصوّر کرتے ہیں۔

۶-۸ (۱۹-۲۱) اکتوبر ۱۹۱۷ء کو لکھا گیا۔

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن
جلد ۲۶ صفہ ۱۷۵-۱۷۶

پرولتاری
بین الاقوامیت پسندی اور قوم پرستی

فریڈرک اینگلس

لندن میں قوموں کا میل

(ایک مضمون سے اقتباس)

(۲۲ ستمبر، ۱۷۹۲ء کو فرانسیسی جمہوریہ کے قیام کے اعلان کی،
ترپنویں سالگرہ پر)

. . . تمام ملکوں کے پرولتاریوں کے ایک ہی سے مفادات ہوتے ہیں، ایک ہی سا دشمن ہوتا ہے اور ان کے سامنے ایک ہی سی جدوجہد ہوتی ہے۔ پرولتاری عوام الناس، اپنی فطرت ہی کے باعث، قومی تعصب سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کی روحانی نشو ونما اور ترقی اصلیت میں انسان دوستانہ اور قوم پرستی کی مخالف ہوتی ہے۔ صرف پرولتاری ہی قومی تنگ نظری کو مٹا سکتے ہیں، پرولتاریہ کی بیداری ہی مختلف قوموں کے درمیان بھائی چارہ قائم کرسکتی ہے۔

۱۸۴۵ء کے اواخر میں لکھا گیا

کارل مارکس، فریڈرک اینگلس،
مجموعۂ تصانیف، جلد ۲، صفہ ۵۹۰
(دوسرا روسی ایڈیشن)

کارل مارکس

فرانس کی خانہ جنگی

(ابتدائی خاکے سے اقتباس)

بورژوازی کی جارحانہ قوم پرستی محض خود پسندی ہوتی ہے، خود اپنی تمام ریاکاریوں کو قومی لبادہ اڑھانا ہوتا ہے۔ یہ ایک ذریعہ ہے، مستقل فوجوں کی مدد سے، بین الاقوامی جدوجہدوں کو دائمی بنانے کا، ہر ملک کے اندر پیداوار کرنے والوں کو مغلوب کرنے کا دوسرے ملکوں کے اندر اپنے بھائیوں کے خلاف صف آرا کر کے، ایک ذریعہ ہے محنت کش طبقوں کے بین الاقوامی تعاون کو جو اُن کی نجات کی پہلی شرط ہوتی ہے، روکنے کا۔ اس جارحانہ قوم پرستی کا (عرصۂ دراز سے جو محض ایک فقرہ بن کر رہ گئی ہے) اصلی کردار سیدان کے بعد جنگ مدافعت کے دوران میں سامنے آیا تھا، ہر جگہ جارحیت پسند قوم پرست بورژوازی کے ہاتھوں مفلوج فرانس سے کے اطاعت قبول کر لینے میں، جارحیت پسند قوم پرستی کے مہاپروہت تھیئرس کے تحت، بسمارک کی منشا سے، جاری رہنے والی خانہ جنگی میں، اس کا اظہار جرمن دشمن لیگ[۲۳۲] کی کم ظرف انتظامی سازش میں، ہتھیار ڈالنے کے بعد پیرس میں غیر ملکیوں کا چن چن کر شکار کرنے میں ہوا۔ امید کی جاتی تھی کہ پیرس کے لوگوں (اور فرانسیسی عوام) کو قومی نفرت کے جنون میں مضحکہ خیز بنایا اور غیر ملکی کی من گھڑت اور شرمناک حرکتوں کا نام لے کر ان سے اپنی حقیقی آرزو کو اور خانگی غداروں کو فراموش کرایا جا سکے گا!

یہ بناوٹی تحریک انقلابی پیرس کی ایک ہی پھونک سے کیسی ہوا ہو گئی! (غائب ہو گئی!) اپنے بین الاقوامی رجحانات کا بہ آواز بلند اعلان کر کے ـــــ کیونکہ

پیداوار کرنے والے کا نصب العین ہر جگہ ایک ہی سا ہوتا ہے اور اس کا دشمن ہر جگہ ایک ہی ہوتا ہے، خواہ اس کی قومیت کچھ ہی کیوں نہ ہو (خواہ اس نے کوئی سا قومی لباس کیوں نہ پہن رکھا ہو) ـــــ اس نے کمیون میں غیر ملکیوں کے داخل ہونے کی اجازت کو بطور اصول مشتہر کیا، اس نے ایک غیر ملکی کامگار[1] (انٹرنیشنل کے ایک ممبر) کو اپنی مجلس عاملہ کے لئے منتخب تک کیا، اس نے فرانسیسی جارحیت پسند قوم پرستی کی علامت ـــ دستۂ ویندوم کا [خاتمہ کرنے کا] فرمان جاری کیا! اور بورژوا جارحیت پسند قوم پرستی کے حامیوں نے جب کہ فرانس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ہیں، اور غیر ملکی لشکر کشی کی ڈکٹیٹری کے تحت عمل کرتے ہیں، پیرس کے کامگاروں نے خود اپنے طبقاتی حکمرانوں پر وار کر کے غیر ملکی دشمن کو شکست دے دی ہے، تمام قوموں کے کامگاروں کے ہراول کی حیثیت سے چوکی کو فتح کر کے سرحدیں مٹا دی ہیں!

اپریل، مئی ۱۸۷۱ء میں لکھا گیا۔ کارل مارکس، فریڈرک اینگلس

پیرس کیمون پر (انگریزی ایڈیشن) صفہ ۱۶۷-۱۶۸

فریڈرک اینگلس

یکم مئی کے موقع پر چیک ساتھیوں کے نام

۱۸۴۸ء کے واقعات کی یادیں

اُن دنوں ویانا میں کارل مارکس کی ملاقات پراگ کے ایک کتب فروش دروش سے ہوئی جو آسٹریائی قومی اسمبلی میں جرمن بوہیمیائی جتھے کے رہنما تھے۔

[1] لیئو فرینکل ـــ ایڈیٹر

بوروش نے بوہیمیا میں قومی تنازع کے متعلق اور بوہیمیائی جرمنوں سے چیکوں کی مبیّنہ جنونی دشمنی کے متعلق شدید شکایت کی ۔ مارکس نے یہ معلوم کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا کہ اس کے بارے میں بوہیمیا کے مزدوروں کے احساسات کیا ہیں“۔ یہ تو خیر، بالکل ہی مختلف بات ہے“۔ بوروش نے جواب دیا“ جب تحریک میں مزدور شامل ہو جاتے ہیں تو پھر اس قسم کی کوئی بکواس نہیں ہوتی، کوئی چیکوں یا جرمنوں کی بات ہی نہیں کرتا، سب ایک دوسرے کی طرفداری کرتے ہیں“۔

اُن دنوں دونوں قومیتوں کے بوہیمیائی مزدوروں کو جس چیز کا محض موہوم طریقے سے احساس ہی ہو سکتا تھا، اس کا انھیں اب قطعی طور پر علم ہے، وہ جانتے ہیں کہ صرف بڑے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی حکمرانی کے تحت ہی یہ سارا قومی جھگڑا ممکن ہوتا ہے، یہ کہ اس جھگڑے کی بدولت ہی اس حکمرانی کو دوام ملتا ہے، یہ کہ چیک اور جرمن مزدوروں کے مشترک مفادات ہوتے ہیں اور یہ کہ جونہی مزدور طبقہ سیاسی اقتدار حاصل کر لے گا، قومی تنازع کے تمام بہانے غائب ہو جائیں گے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود اپنی خاصیت کے لحاظ ہی سے مزدور طبقہ کردار کے اعتبار سے بین الاقوامیت پسند ہوتا ہے اور یوم مئی پر وہ پھر اس کو ثابت کر دے گا۔

فریڈرک اینگلس

لندن، ۸ اپریل، ۱۸۹۳ء

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس

مجموعۂ تصانیف، جلد ۲۲، صفحہ ۴۲۰ دوسرا روسی ایڈیشن

ولادیمیر الییچ لینن

جنگ چین(۲۴)

(مضمون سے اقتباس)

چین میں زار شاہی حکومت کی پالیسی عوام کے مفادات کا

صرف مذاق ہی نہیں اڑاتی ـــــ بلکہ اس کا مقصد عوام الناس کے سیاسی شعور کو بگاڑنا بھی ہوتا ہے . . . . مثلاً یہودیوں کے خلاف عداوت کو ابھارا جا رہا ہے ؛ بازاری صحافت یہود دشمنی کی مہمیں چلاتی ہے، گویا سرمائے اور پولیس کی حکومت کے استبداد سے یہودی مزدوروں کو ٹھیک اسی طرح مصائب نہ برداشت کرنے پڑتے ہوں جس طرح روسی مزدوروں کو کرنے پڑتے ہیں۔ آج کل اخبارات چین کے خلاف مہم چلا رہے ہیں۔ وحشی زرد نسل اور تہذیب سے اس کے بیر کے متعلق، علم کی روشنی پھیلانے کے سلسلے میں روس کے فرائض کے متعلق، میدان جنگ میں روسی فوجیوں کے جوش و خروش سے جانے وغیرہ وغیرہ کے متعلق ان میں بڑا غل شور مچایا جا رہا ہے۔ جو صحافی حکومت اور زرداروں کے قدموں میں لوٹتے پھرتے ہیں وہ چین کے خلاف لوگوں میں نفرت کا جذبہ ابھارنے کے لئے پورا زور لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن چینی عوام نے کبھی بھی کسی طرح روسی عوام پر ظلم نہیں کیا۔ چینی عوام اُن برائیوں ہی کی مصیبت میں گرفتار ہیں جن کی مصیبت روسی عوام بھگت رہے ہیں ـــــ وہ ایک ایسی ایشیائی حکومت کی مصیبت اٹھا رہے ہیں جو بھوکوں مرتے ہوئے کسانوں سے محصولات وصول کرتی ہے جو نجات کی ہر تمنا کو فوجی طاقت سے کچل ڈالتی ہے۔ وہ سرمائے کے استبداد کی مصیبت بھگت رہے ہیں جو وسطی سلطنت میں گھس بیٹھا ہے . . . .

. . . چنانچہ طبقاتی شعور رکھنے والے تمام مزدوروں کا فرض ہے کہ وہ اُن سب کے خلاف اپنی پوری قوت کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوں جو قومی منافرت بھڑکا رہے ہیں اور محنت کش عوام کی توجہ اپنے حقیقی دشمنوں کی طرف بانٹ رہے ہیں . . .

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۴ صفحہ ۳۷۶-۳۷۷

ستمبر، اکتوبر ۱۹۰۰ میں لکھا گیا

ولادیمیر الیئچ لینن

فن لینڈ کے خلاف مہم

(مضمون سے اقتباس)

ایک اور چیز جو پرانی قوم پرستی کو ہماری مطلق العنان حکومت کی پالیسی کی حیثیت سے تقویت پہنچاتی ہے وہ ہماری بورژوازی کا بڑھتا ہوا طبقاتی شعور اور شعوری انقلاب دشمنی کا رویہ ہے۔ بین الاقوامی طاقت کی حیثیت سے پرولتاریہ سے اس کی بڑھتی ہوئی نفرت کے ساتھ اس میں جارحیت پسند قوم پرستی بڑھ گئی ہے۔ بین الاقوامی سرمائے کی رقابت کی افزائش وشدت کے ساتھ ساتھ اس کی جارحیت پسند قوم پرستی بھی زیادہ طاقتور ہوگئی ہے۔ جارحیت پسند قوم پرستی انتقام کی اس پیاس کی شکل میں نمودار ہوئی جو جاپان سے لڑائی میں شکست سے اور مراعات یافتہ زمینداروں کے خلاف بورژوازی کے بے دست وپا ہونے سے پیدا ہوئی تھی۔ ان سچے روسی صنعت کاروں اور سوداگروں کی اشتہا میں جارحیت پسند قوم پرستی کو سہارا ملا جو بلقان کے حصّے بخرے میں کوئی ٹکڑا حاصل کرنے میں ناکام رہنے کے بعد فن لینڈ "فتح کرنے" پر مگن ہیں۔

سوتسیال دیموکرات شمارہ ۱۳

۲۶ اپریل (۹ مئی)، ۱۹۱۰ء

لینن - مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

جلد ۱۶، صفحہ ۱۷۳

قومی مسئلے پر تنقیدی ملاحظات

(مضمون سے اقتباس)

۲۔ "قومی کلچر"

... بات یہ ہے کہ ساری اعتدال پسند بورژوا قوم پرستی مزدوروں میں بدترین بے راہ روی کے بیج بو دیتی ہے اور آزادی کے نصب العین اور پرولتاری طبقاتی جدوجہد کو زبردست نقصان پہنچاتی ہے۔ "قومی کلچر" کے نعرے میں چھپے ہوئے ہونے کے باعث یہ بورژوا (اور بورژوا و زمیندارانہ) رجحان اور بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ قومی ــــ عظیم روسی، پولستانی، یہودی، یوکرینی وغیرہ ــــ کلچر کے بہروپ میں ہی سیاہ صد اور پادریوں کی جماعت کے نمائندے اور ساتھ ہی تمام قوموں کی بورژوازی اپنی ناپاک اور رجعت پسندانہ حرکتیں کر رہے ہیں....

قومی کلچر کا نعرہ بورژوا (اور اکثر سیاہ صد کا پادریوں کا بھی)، ڈھکوسلہ ہے۔

ہمارا نعرہ ہے: جمہوریت کا اور عالمی مزدور تحریک کا بین الاقوامی کلچر...

ہر ایک قومی کلچر میں جمہوری اور سوشلسٹ کلچر کے عناصر موجود ہوتے ہیں چاہے وہ اپنی ابتدائی شکل میں ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ ہر ایک قوم میں محنت کش اور لوٹے کھسوٹے ہوئے عوام الناس ہوتے ہیں جن کے حالات زندگی میں جمہوریت اور سوشلزم کے نظریے کا فروغ ناگزیر ہوتا ہے۔ لیکن ہر ایک قوم میں بورژوا کلچر بھی ہوتا ہے (اور بیشتر قوموں میں رجعت پسند اور مُلّائی کلچر بھی)، جو ہیئت میں محض "عنصری" نوعیت کا ہی نہیں ہوتا بلکہ حاوی کلچر ہوتا ہے۔ اس لئے عام "قومی کلچر"، زمینداروں،

اہلِ کلیسا اور بورژوازی کا کلچر ہوتا ہے ۔۔۔۔

"جمہوریت اور عالمی مزدور طبقے کی تحریک کے بین الاقوامی کلچر" کا نعرہ پیش کرتے ہوئے ہم ہر ایک قومی کلچر سے اس کے صرف جمہوری اور سوشلسٹ عناصر ہی لے لیتے ہیں۔ انھیں ہم ہر ایک قوم کے بورژوا کلچر اور بورژوا قوم پرستی کی محض اور قطعی مخالفت میں لیتے ہیں ۔۔۔۔

۔۔۔ قومی کلچر کے نعرے کی اہمیت کا تعین کسی خاص ملک میں، اور دنیا کے تمام ملکوں میں سارے طبقوں کے معروضی تعلّق باہمی سے ہوتا ہے۔ بورژوازی کا قومی کلچر ایک حقیقت ہے (اور میں دوہراتا ہوں کہ بورژوازی ہر جگہ مالکانِ زمین سے اور اہلِ کلیسا سے سودا کر لیتی ہے)۔ جارحیت پسند بورژوا قوم پرستی جو مزدوروں کے دماغوں پر نشہ طاری کرا دیتی ہے، انھیں مضحکہ بنا دیتی ہے، اُن میں پھوٹ ڈال دیتی ہے تاکہ بورژوازی ان کی گردن پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے ـــــ فی زمانہ بنیادی حقیقت یہی ہے۔

جو پرولتاریہ کی خدمت کرنے کے متلاشی ہیں اُن پر لازم ہے کہ وہ تمام قوموں کے مزدوروں کو متحد کریں، اور بورژوا قوم پرستی کے خلاف، خواہ وہ "خانگی" ہو یا خارجی، ثابت قدمی سے جدوجہد کریں۔ جو لوگ قومی کلچر کے نعرے کی وکالت کرتے ہیں ان کی جگہ مارکسیوں میں نہیں بلکہ قوم پرست پیٹی بورژوازی کے درمیان ہے۔

ایک ٹھوس مثال لیجئے۔ کیا کوئی عظیم روسی مارکسی قومی، عظیم روسی کلچر کا نعرہ منظور کر سکتا ہے؟ نہیں، نہیں کر سکتا۔ جو کوئی بھی اسے منظور کرتا ہے اسے مارکسیوں کی صفوں میں نہیں بلکہ قوم پرستوں کی صفوں میں کھڑا ہونا چاہئے۔ ہمارا فرض ہے کہ عظیم روسیوں کے حاوی، سیاہ صد اور بورژوا قومی کلچر کی مخالفت کریں اور خالصتاً بین الاقوامی جذبے میں اور دوسرے ملکوں کے مزدوروں سے اتحاد قائم

کرتے ہوئے ان ابتدائی صورتوں کو نشو و نما دیں جو ہماری جمہوری اور مزدور طبقے کی تحریک میں بھی موجود ہیں....

بورژوا قوم پرستی اور پرولتاری بین الاقوامیت پسندی ـــــ یہ دو ناقابل مصالحت مخالف نعرے ہیں، جو پوری سرمایہ دار دنیا کے دو بڑے طبقاتی ڈیروں سے مطابقت رکھتے ہیں، اور قومی مسئلے پر دو پالیسیوں کا (بلکہ دو عالمی نقطہ ہائے نظر کا) اظہار کرتے ہیں۔ قومی کلچر کے نعرے کی وکالت کرتے ہوئے اور بندی جیسے "تہذیبی و قومی خود اختیاری" کہتے ہیں اس کے پورے منصوبے اور عملی پروگرام کو اس کی بنیاد پر مرتب کرتے ہوئے وہ مزدوروں میں عملاً بورژوا قوم پرستی کا حربہ بنے ہوئے ہیں۔

اکتوبر، دسمبر ۱۹۱۳ء میں لکھا گیا۔

لینن - مجموعۂ تصانیف، (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۰، صفحہ ۲۳-۲۶

ولادیمیر ایلیچ لینن

قومیت کے مطابق اسکولوں کو علیحدہ کرنے کے متعلق ایک بار پھر

(مضمون سے اقتباس)

اپنے حکمراں حلقوں اور دائیں بازو کی اکتوبری جماعتوں کی بھدی رجعت پسند قوم پرستی سے لے کر بورژوا اور پیٹی بورژوا جماعتوں کی کم و بیش نفیس اور مخفی قوم پرستی تک ہر شکل و صورت کی قوم پرستی کے مارکسی پُرزور مخالف ہیں۔

رجعت پسند یا سیاہ صد قوم پرستی ایک قوم کی مراعات کے تحفظ کی کوشش کرتی اور دیگر تمام قوموں کو گھٹیا درجہ دیتی ہے جس میں حقوق نسبتاً کم ملتے ہیں یا یہاں

تک کہ قطعی کوئی حقوق نہیں ملتے۔ کوئی ایک بھی مارکسی، یہاں تک کہ کوئی ایک بھی جمہوریت پسند اس قوم پرستی سے انتہائی مخالفت کے علاوہ کوئی اور سلوک نہیں کرسکتا۔

زبانی جمع خرچ میں بورژوا اور بورژوا جمہوریت پسند قوم پرست قوموں کی برابری کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر وہ (اکثر پوشیدہ طور پر، لوگوں کے پس پشت) قوموں میں سے ایک کے لئے بعض مراعات کی طرفداری کرتے اور "خود اپنی" قوم کے لئے (یعنی خود اپنی قوم کی بورژوازی کے لئے ہمیشہ نسبتاً زیادہ مفادات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ قوموں کو علیحدہ اور الگ تھلگ کردیں قومی خلوت پسندی وغیرہ کو بڑھاوا دیں۔ سب سے زیادہ "قومی کلچر" کے متعلق باتیں کرکے اور ایک قوم کو دوسری قوم سے جو چیز جدا کرتی ہے اس پر زور دے کر بورژوا قوم پرست مختلف قوموں کے مزدوروں میں پھوٹ ڈالتے اور قوم پرست نعروں سے انھیں بیوقوف بناتے ہیں۔

طبقاتی اعتبار سے باشعور مزدور سارے قومی استبداد اور تمام قومی مراعات کے خلاف لڑتے ہیں مگر وہ خود کو یہیں تک محدود نہیں رکھتے۔ وہ ساری یہاں تک کہ نفیس قوم پرستی تک کے خلاف لڑتے ہیں، اور رجعت پسندی کے خلاف اور تمام شکلوں میں بورژوا قوم پرستی کے خلاف جدوجہد میں تمام قومیتوں کے مزدوروں کے نہ صرف اتحاد کی بلکہ امتزاج کی وکالت کرتے ہیں۔ قوموں کو علیحدہ علیحدہ کرنا نہیں بلکہ تمام قوموں کے مزدوروں کو متحد کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہمارے پرچم پر "قومی کلچر" کا نہیں بلکہ بین الاقوامی کلچر کا نعرہ لکھا ہوا ہے جو تمام قوموں کو بلند تر، سوشلسٹ اتحاد میں یکجا کرتا ہے اور جس کی راہ سرمائے کا بین الاقوامی امتزاج پہلے ہی ہموار کر رہا ہے۔

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۱۹، صفحہ ۵۴۸-۵۴۹

پرولیتارسکایا پراودا، شمارہ ۹
مورخہ ۱۷ دسمبر، ۱۹۱۳ء

نفیس قوم پرستی سے مزدوروں کو بگاڑنے کی کوشش

(مضمون سے اقتباس)

روس میں، خصوصاً ۱۹۰۵ء کے بعد، جب کہ بورژوازی کے نسبتاً زیادہ ذہین اراکین نے محسوس کیا کہ تنہا حیوانی طاقت بے اثر ہوتی ہے تو ہر طرح کی بورژوا "ترقی پسند" جماعتیں اور گروہ مزدور طبقے کی جدوجہد کو کمزور کرنے کی غرض سے مختلف بورژوا نظریات اور فلسفوں کی وکالت کر کے مزدوروں میں پھوٹ ڈالنے کے طریقے روز بروز زیادہ اختیار کرنے لگے۔

ایسا ہی ایک خیال نفیس قوم پرستی کا ہے جو پرولتاریہ کو بظاہر نہایت ہی معقول اور دلفریب عذر پر، مثلاً "قومی کلچر" کے، "قومی خود اختیاری یا خود مختاری" وغیرہ وغیرہ کے مفادات کے تحفّظ کے بہانے تقسیم اور الگ الگ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

طبقاتی شعور رکھنے والے مزدور ہر قسم کی قوم پرستی کے خلاف شدید جدوجہد کرتے ہیں، خواہ وہ بھونڈی، پُرتشدّد، سیاہ صد قوم پرستی ہو، خواہ انتہائی نفیس قوم پرستی جو قوموں کی مساوات کی تبلیغ تو کرتی ہے مگر ساتھ ہی .... مزدوروں کے نصب العین کو، مزدوروں کی تنظیموں اور مزدور طبقے کی تحریک کو قومیت کے مطابق ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی بھی۔ قوم پرست بورژوازی کی تمام قسموں کے برعکس، طبقاتی شعور رکھنے والے مزدور، مارکسیوں کی حالیہ (۱۹۱۳ء کے موسم گرما کی[۲۵]) کانفرنس کے فیصلوں کی تعمیل کرتے ہوئے قوموں اور زبانوں کی برابری کا نہ صرف نہایت مکمل طور سے ثابت قدمی کے ساتھ اور پورا پورا اطلاق کرنے کے بلکہ ہر قسم کی متحدہ پرولتاری تنظیموں میں مختلف قومیتوں کے مزدوروں کے امتزاج کے حق میں بھی ہیں۔

مارکسزم کے قومی پروگرام اور کسی بھی بورژوازی کے، خواہ وہ سب سے زیادہ، ترقی یافتہ ہی کیوں نہ ہو، پروگرام میں بنیادی فرق یہی ہے۔

قوموں اور زبانوں کی مساوات کو تسلیم کرنا مارکسیوں کے لئے صرف اس وجہ سے ہی اہم نہیں ہے کہ وہ سب سے زیادہ ثابت قدم جمہوریت پسند ہوتے ہیں۔ مزدوروں کی طبقاتی جدوجہد میں پرولتاری یک جہتی اور رفیقانہ اتحاد کے مفادات کا مطالبہ ہوتا ہے کہ قوموں میں مکمل ترین مساوات ہو تاکہ قومی بے اعتمادی، بیگانگی، بدگمانی اور عداوت کا ہر نشان مٹا دیا جائے۔ اور مکمل مساوات سے مراد کسی ایک زبان کے لئے تمام مراعات سے دست برداری اور تمام قوموں کے لئے خود اختیاری کے حق کا تسلیم کیا جانا ہے۔

لینن - مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۰ صفہ ۲۸۹ - ۲۹۰

پوت پراودی شمارہ ۸۲
مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۱۴ء

ولادیمیر الیچ لینن

قومی پالیسی کے مسئلے پر

(اقتباس)

ہم سوشل ڈیماکریٹ ساری قوم پرستی کے مخالف ہیں اور جمہوری مرکزیت کی کی وکالت کرتے ہیں۔ ہم آزاد وفاقیت کے خلاف ہیں، اور ہمیں پورا یقین ہے کہ باقی تمام باتیں اگر یکساں ہوں تو معاشی ترقی کے اور پرولتاریہ اور بورژوازی کے درمیان جدوجہد کے مسئلوں کو بڑی ریاستیں چھوٹی ریاستوں کے بہ نسبت کہیں زیادہ مؤثر طریقے سے حل کر سکتی ہیں۔ لیکن ہم صرف رضاکارانہ تعلق کی قدر

کرتے ہیں، جبری تعلق کی ہرگز نہیں۔ ہم جہاں کہیں قوموں کے درمیان جبری تعلقات دیکھتے ہیں تو اگرچہ ہمارا اصرار کسی طرح بھی یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ ہر قوم کو لازمی طور سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہئے، ہم ہر قوم کی سیاسی خود اختیاری کے یعنی علیحدگی اختیار کرنے کے حق پر قطعی طور سے اور پُرزور انداز میں اصرار کرتے ہیں۔

اس حق پر اصرار کرنے، اس کی وکالت کرنے اور اسے تسلیم کرنے کے معنے ہیں قوموں کی مساوات پر اصرار کرنا، جبری تعلق کو تسلیم کرنے سے انکار کرنا، خواہ کوئی بھی قوم کیوں نہ ہو اس کی تمام ریاستی مراعات کی مخالفت کرنا اور مختلف قوموں کے مزدوروں میں مکمل طبقاتی یک جہتی کا جذبہ پیدا کرنا۔

جبری، جاگیرداری اور عسکریت پسندانہ تعلق کی جگہ رضاکارانہ تعلق کو دے دینے سے مختلف قوموں کے مزدوروں کی طبقاتی یک جہتی کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۰، صفحہ ۲۲۲-۲۲۳

۶ (۱۹) اپریل، ۱۹۱۴ء
کے بعد لکھا گیا

ولادیمیر ایلیچ لینن

مردہ جارحیت پسند قوم پرستی اور زندہ سوشلزم

(مضمون سے اقتباس)

انٹرنیشنل کو بحال کیسے کیا جا سکتا ہے

انٹرنیشنل کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایک ہی میز لگا کر بیٹھ جائیں اور ان لوگوں سے پُرفریب اور خواہ مخواہ کی لفاظیوں سے لبریز قرار دادیں لکھوائی جائیں جن کا خیال ہے کہ اصلی بین الاقوامیت پسندی یہ ہے کہ جرمن سوشلسٹ فرانسیسی مزدوروں پر گولیوں

کی باڑ داغنے کے لئے جرمن بورژوازی کے حکم کو حق بجانب قرار دیں اور فرانسیسی سوشلسٹ "مادر وطن کی حفاظت" کے نام پر جرمن مزدوروں کو گولیوں کا نشانہ بنانے کے فرانسیسی بورژوازی کے حکم کو حق بجانب قرار دیں! انٹرنیشنل ان لوگوں کا (پہلے نظریاتی اعتبار سے پھر مناسب مدت کے اندر تنظیمی اعتبار سے بھی) مل بیٹھنا ہوتا ہے جو اس المناک زمانے میں سوشلسٹ بین الاقوامیت پسندی کی عملاً مدافعت کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں یعنی اپنی قوتوں کو یکجا کرنے اور خود اپنے اپنے "وطنوں" کی حکومتوں اور حکمراں طبقوں پر گولیوں کی اگلی باڑ داغنے" کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ بہت سی تیاریاں اور بڑی قربانیاں چاہتا ہے اور ساتھ ناکامیاں بھی ہوں گی۔

سوتسیال دیموکرات، شمارہ ۳۵
۱۲ دسمبر ۱۹۱۴ء

لینن، مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۱، صفحہ ۹۹

ولادیمیر ایلیچ لینن

جھوٹے پرچم کے زیر سایہ

(مضمون سے اقتباس)

... سماجی قوم پرستی کہاں سے آئی؟ اس نے کس طرح نمو پائی اور پختگی حاصل کی؟ اس کو اہمیت اور طاقت کس سے حاصل ہوئی؟ جو بھی ان سوالوں کے جواب نہ پا سکا وہ یہ سمجھنے میں قطعی ناکام رہا کہ سماجی قوم پرستی کیا ہے، اور اس کے نتیجے میں وہ خود اپنے اور سماجی قوم پرستی کے درمیان "نظریاتی لکیر" کھینچنے کی قطعی اہلیت نہیں رکھتا، خواہ وہ کتنی ہی شد و مد سے دعویٰ کیوں نہ کرے کہ وہ یہ لکیر کھینچنے کو تیار ہے۔

اس سوال کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے: سماجی قوم پرستی نے موقع پرستی میں نشوونما پائی ہے اور موخرالذکر نے ہی اس کو تقویت دی۔ سماجی قوم پرستی "اچانک" کیسے پیدا ہو سکتی تھی؟ اسی طرح جس طرح بچہ "اچانک" پیدا ہو جاتا ہے بشرطیکہ استقرار حمل کو نو ماہ کا عرصہ ہو چکا ہو۔ تمام یورپی ملکوں میں سارے کے سارے دوسرے (یا گذشتہ کل کے) پورے دور میں موقع پرستی کے ان گنت مظاہر میں سے ہر ایک نالا تھا جو سماجی قوم پرستی کے اب "اچانک" ایک بڑے اگرچہ نہایت چھچھلے (اور ضمناً ہم یہ بھی کہہ دیں کہ گدلے اور گندے) دریا کی شکل میں بہہ رہا ہے۔ استقرار حمل کے نو ماہ بعد بچے کو ماں سے لازمی طور پر جدا ہونا چاہئے؛ موقع پرستی کے استقرار حمل کے کئی قرنوں بعد، اس کے پختہ پھل، سماجی قوم پرستی کو آجکل کی جمہوریت سے کم و بیش مختصر مدت میں (قرنوں کی مناسبت سے) علیحدہ ہونا ہی پڑے گا۔

فروری ۱۹۱۵ء سے پہلے نہیں لکھا گیا۔

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۲۱ صفحہ ۱۵۴-۱۵۵

ولادیمیر ایلیچ لینن

بنام مدیران "ناشے سلووو"

(خط سے اقتباس)

بین الاقوامیت پسندی سے کیا مراد لینی چاہئے؟ مثلاً کیا بین الاقوامیت پسندوں میں ان لوگوں کو شمار کرنا ممکن ہے جو باہم "عام معافی" کے اصول کی بنیاد پر انٹرنیشنل کے بحال کئے جانے کے حامی ہیں؟ جیسا کہ آپ کو علم ہے "عام معافی" کے

نظریے کے سرکردہ نمائندے کاؤتسکی ہیں۔ وکٹر ایڈلر[26] نے بھی اسی انداز میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ عام معافی کے حامیوں کو ہم بین الاقوامیت پسندی کے سب سے زیادہ خطرناک مخالفوں میں تصور کرتے ہیں۔ "عام معافی" کی بنیاد پر بحال کی ہوئی انٹرنیشنل سوشلزم کو حقیر کر دے گی۔ کاؤتسکی اور ان کے ساتھیوں کو ساری رعائتیں اور ان سے سارے سمجھوتے ناقابل معافی ہیں۔ نظریۂ "عام معافی" کے خلاف انتہائی پُرعزم جدوجہد بین الاقوامیت پسندی کی ناگزیر شرط ہے۔

۱۰ (۲۳) مارچ ۱۹۱۵ء کو لکھا گیا۔

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۲۱، صفحہ ۱۶۶

ولادیمیر الییچ لینن

متعدد دعوے

(مضمون سے اقتباس)

(۸) انقلابی جارحیت پسند قوم پرستوں سے ہماری مراد اُن لوگوں سے ہے جو زارشاہی پر اس لئے فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ جرمنی پر فتح حاصل کر لیں، دیگر ملکوں کو لوٹیں، روس کی دوسری قوموں پر عظیم روسی حکمرانی کو مستحکم کر لیں وغیرہ۔ انقلابی جارحیت پسند قوم پرستی پیٹی بورژوازی کے طبقاتی مقام پر مبنی ہوتی ہے۔ موخرالذکر بورژوازی اور پرولتاریہ کے درمیان ہمیشہ پس و پیش کرتی رہتی ہے۔ آج کل وہ جارحیت پسند قوم پرستی (جو اسے وضعداری سے انقلابی بننے سے، جمہوری انقلاب تک کے معنوں میں باز رکھتی ہے) اور پرولتاری بین الاقوامیت پسندی کے درمیان پس و پیش کر رہی ہے . . . .

(۹) اگر روس میں انقلابی جارحیت پسند قوم پرست جیت گئے تو ہم موجودہ جنگ میں ان کے "وطن" کے دفاع کے مخالف ہوں گے۔ ہمارا نعرہ ہے: جارحیت پسند قوم پرستوں کی مخالفت، خواہ وہ انقلابی اور حامی جمہوریہ ہی کیوں نہ ہوں ـــــ ان کے خلاف اور سوشلسٹ انقلاب کے لئے بین الاقوامی پرولتاریہ سے اتحاد کے حق میں۔

۲۳-۲۶ ستمبر (۶-۹ اکتوبر) ۱۹۱۵ء کے درمیان لکھا گیا۔

لینن - مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن) جلد ۲۱، صفہ ۴۰۳

ولادیمیر ایلیچ لینن

قومی اور نوآبادیاتی مسئلوں پر دعووں کا ابتدائی مسودہ

(اقتباس)

کمیونسٹ انٹرنیشنل کی دوسری کانگرس کے لئے

... (۱۰) زبانی تو بین الاقوامیت پسندی کو تسلیم کرنا اور عملاً تمام پروپگنڈے، ہلچل اور عملی کام میں اس کی جگہ پیٹی بورژوا قوم پرستی اور صلح پسندی کو دینا نہ صرف دوسری انٹرنیشنل کی جماعتوں میں بلکہ اُن میں بھی جو اس سے علیحدگی اختیار کر چکی ہیں، اور اکثر ان جماعتوں میں بھی جو اب خود کو کمیونسٹ کہتی ہیں، بہت عام ہے۔ اس بدی کے خلاف، انتہائی گہرے پیٹی بورژوا قومی تعصبات کے خلاف جدوجہد کی تاکیدی نوعیت، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کو قومی ڈکٹیٹرشپ سے (یعنی جو واحد ملک کے اندر موجود ہے اور عالمی سیاسیات کو متعین کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی) بین الاقوامی ڈکٹیٹرشپ میں (یعنی پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ میں جس نے کم از کم کئی

ترقی یافتہ ملکوں کا احاطہ کیا ہوا ہو اور جو بحیثیت مجموعی عالمی سیاسیات پر فیصلہ کن اثر ڈالنے کی اہلیت رکھتی ہو) تبدیل کرنے کے فریضے کی روز افزوں اہمیت کے ساتھ ساتھ دن بدن زیادہ بڑی دکھائی دینے لگی ہے۔ . . . پرولتاری بین الاقوامیت پسندی کا مطالبہ ہے کہ اول تو کسی ایک ملک کے اندر پرولتاری جدوجہد کے مفادات کو عالمگیر پیمانے کی اس جدوجہد کے مفادات کے تابع کر دینا چاہیئے اور دوسرے یہ کہ اس قوم کو جو بورژوازی پر فتح حاصل کر رہی ہے، بین الاقوامی سرمائے کا تختہ پلٹنے کے لئے بڑی سے بڑی قومی قربانیاں کرنے کے اہل اور اس کے لئے راضی ہونا چاہیئے۔

(۱۲) سامراجی طاقتوں کے ہاتھوں نوآبادیاتی اور کمزور قومیتوں پر مدّتوں کے ظلم و استبداد نے محکوم ملکوں کے محنت کش عوام النّاس میں استبداد کرنے والی قوموں کے خلاف نفرت ہی پیدا نہیں کی ہے بلکہ عام طور سے ان قوموں کی طرف سے حتّٰی کہ ان کے پرولتاریہ کی طرف سے بھی بے اعتمادی پیدا کر دی ہے۔ ۱۹-۱۹۱۴ء میں اس پرولتاریہ کے باضابطہ لیڈروں کی اکثریت نے سوشلزم سے قابل ملامت غداری کرتے ہوئے جب "وطن کی مدافعت" کو سماجی جارحیت پسند قوم پرستی کے پردے کی طرح استعمال کرتے ہوئے نوآبادیوں پر استبداد کرنے اور مالیاتی اعتبار سے دست نگر ملکوں کی کھال کھینچنے کے "خود اپنی" بورژوازی کے "حق" کی مدافعت کو چھپانے کی کوشش کی تھی، تو اس قطعی طور پر جائز بے اعتمادی کا بڑھ جانا لازمی تھا۔ دوسری طرف کوئی ملک جس قدر پسماندہ ہوتا ہے، چھوٹے پیمانے کی زراعتی پیداوار کی، نظام اقتدار پدری کی اور تنہائی پسندی کی گرفت اسی قدر زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے جس سے انتہائی گہرے پیٹی بورژوا تعصّبات کو یعنی قومی خود پسندی اور قومی تنگ نظری کو ناگزیر طریقے سے خصوصی تقویت اور مضبوط گرفت حاصل ہوتی ہے۔ یہ تعصّبات نہایت سست رفتاری سے ہی ختم ہوتے ہیں، کیونکہ ترقی یافتہ ملکوں میں سامراجیت اور سرمایہ داری کے

غائب ہونے کے بعد، اور پسماندہ ملکوں کی معاشی زندگی کے بنیادی طور پر تبدیل ہو جانے کے بعد ہی وہ غائب ہو سکتے ہیں۔ اس لئے تمام ملکوں کے طبقاتی شعور رکھنے والے کمیونسٹ پرولتاریہ کا فرض ہوتا ہے کہ اُن ملکوں اور ان قومیتوں میں جو سب سے زیادہ طویل عرصے تک مظلوم و محکوم رہ چکے ہوتے ہیں قومی جذبات کے باقیات کا خصوصی احتیاط اور توجہ سے لحاظ رکھیں، اس بے اعتمادی اور ان تعصبات پر زیادہ عجلت کے ساتھ عبور حاصل کرنے کی غرض سے بعض رعایتیں دینا بھی اتنا ہی ضروری ہوتا ہے....

جون ۱۹۲۰ء میں لکھا گیا۔

لینن مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۳۱، صفحہ ۱۴۸-۱۵۱

۴
ظالم قوم اور مظلوم قوم کی قوم پرستی

ولادیمیر ایلیچ لینن

قومی مسئلے پر تنقیدی رائے

(مضمون سے اقتباس)

۴۔ "تہذیبی و قومی خود اختیاری"

قوم پرستی سے، خواہ وہ "انتہائی منصفانہ"، "انتہائی پاکیزہ"، انتہائی نفیس اور مہذّب وضع کی کیوں نہ ہو، مارکسزم کی مصالحت نہیں ہوسکتی۔ مارکسزم بین الاقوامیت پسندی کی، تمام قوموں کے باہم شیر وشکر ہوکر بلند تر وضع کے اتحاد کی تشکیل کرنے کی پیش کش کرتی ہے، ایسا اتحاد جو ریلوے لائن کے ہر میل کی تعمیر کے ساتھ ساتھ، ہر بین الاقوامی ٹرسٹ کے ساتھ ساتھ اور مزدوروں کی ہر اُس انجمن کے ساتھ ساتھ جو قائم ہوتی ہے، (وہ انجمن جو اپنی معاشیاتی سرگرمیوں میں، نیز اپنے تصوّرات اور مقاصد میں بین الاقوامیت پسند ہوتی ہے) ہماری آنکھوں کے سامنے فروغ پا رہا ہے۔

بورژوا سماج میں قومیت کا اصول تواریخی اعتبار سے ناگزیر ہوتا ہے اور اس سماج کا مناسب لحاظ کرتے ہوئے قومی تحریکوں کے تاریخی اعتبار سے جائز ہونے کو مارکسی پوری طرح تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس تسلیم کئے جانے کو قوم پرستی کی عذر خواہی بن جانے سے بچانے کے لئے اسے سختی سے ان باتوں تک ہی محدود رکھنا

چاہیئے جو ایسی تحریکوں میں ترقی پسند ہوتا کہ اس طرح اسے تسلیم کیئے جانے کا نتیجہ یہ نہ ہو کہ بورژوا نظریہ پرولتاری شعور کو نگاہوں سے اوجھل کردے . . . .

جاگیرداری کا جوا، سارا قومی استبداد اپنے کندھوں سے اتار پھینکنا، اور کسی خاص قوم یا زبان کو جو مراعات حاصل ہوں ان سب کو ختم کردینا جمہوری قوت کی حیثیت سے پرولتاریہ کا فرض ہے اور یقینی طور پر پرولتاری طبقاتی جدوجہد کے حق میں ہے جو قومی مسئلے پر توتو میں میں کے باعث اوجھل ہو جاتی اور سست پڑ جاتی ہے۔ لیکن بورژوا قوم پرستی کی مدد کرنے میں ان نہایت ہی محدود اور تواریخی اعتبار سے قطعی حدوں سے آگے جانے کے معنے پرولتاریہ سے دغا کرنا اور بورژوازی کی حمایت کرنا ہوگا۔ یہاں حد بندی کا ایک خط ہے، جو اکثر نہایت خفیف ہوتا ہے اور جسے بُندی اور یوکرینی قوم پرست سوشلسٹ قطعی نظر انداز کردیتے ہیں۔

سارے قومی استبداد کے خلاف لڑا جائے؟ جی ہاں، بے شک! کسی بھی قسم کے قومی ارتقا کے حق میں، عموماً "قومی کلچر" کے حق میں جدوجہد کی جائے؟ —— قطعی نہیں۔ سرمایہ دارانہ سماج کی معاشی نشوونما ہمارے سامنے ساری دنیا کے اندر خام قومی تحریکوں کی مثالیں، متعدد چھوٹی چھوٹی قوموں کو ملا کر یا کچھ چھوٹی قوموں کو خسارے میں رکھ کر بڑی قوموں کی تشکیل کی مثالیں اور قوموں کو اپنے میں جذب کرلینے کی مثالیں بھی پیش کرتی ہے۔ عام معنوں میں قومیت کا ارتقا بورژوا قوم پرستی کا اصول ہوتا ہے؛ چنانچہ بورژوا قوم پرستی میں تنہائی پسندی شامل ہوتی ہے، چنانچہ لاتناہی قومی جھگڑے جاری رہتے ہیں۔ لیکن پرولتاریہ ہر قوم کے قومی ارتقا کی علمبرداری کرنا تو دور کی بات رہی، اس کے برعکس، عوام الناس کو ایسے دھوکوں سے خبردار کرتا ہے، سرمایہ دارانہ اختلاط میں مکمل آزادی کی حمایت کرتا ہے اور ہر طرح قوموں کے باہم جذب ہو جانے کا خیر مقدم کرتا ہے ماسوا اُس کے جو زور زبردستی یا مراعات پر مبنی ہو۔

"جائز طور پر" محدود کئے ہوئے حلقے کے اندر قوم پرستی کو مستحکم کرنا، قوم پرستی کو "آئینی صورت دینا"، خاص ریاستی اداروں کی مدد سے تمام قوموں کی علیحدگی حاصل کرنا ـــــ یہ ہے تہذیبی و قومی خود اختیاری کی بنیاد اور ہیئت ـ یہ تصور سرتاپا بورژوا اور قطعی مصنوعی ہے ـ قوم پرستی کی کسی تخصیص کی پرولتاریہ حمایت نہیں کر سکتا؛ اس کے برعکس وہ ہر اُس چیز کی تائید کرتا ہے جو قومی امتیازات کو مٹانے اور قومی رکاوٹوں کو ہٹانے میں مدد دیتی ہے؛ وہ ہر اس چیز کی حمایت کرتا ہے جو قومیتوں کے درمیان رشتوں کو قریب سے قریب تر کرتی یا قوموں کے انضمام کی جانب مائل ہوتی ہے ـ اس سے مختلف انداز میں عمل کرنے کے معنے رجعت پسند قوم پرستانہ کم نظری کی حمایت کرنا ہوگا ـ

اکتوبر دسمبر ۱۹۱۳ء میں لکھا گیا ـ

لینن مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۰ ، صفحہ ۳۴ ـ ۳۶

ولادیمیر الییچ لینن

قوموں کا حق خود ارادیت

(اقتباس)

کسی بھی مظلوم قوم کی بورژوا قوم پرستی کی ایک عام جمہوری ماہیت ہوتی ہے جس کا رخ استبداد کے خلاف ہوتا ہے اور یہی وہ ماہیت ہے جس کی ہم غیر مشروط حمایت کرتے ہیں ـ اس کے ساتھ ہی قومی تنہائی پسندی کی جانب رجحان سے ہم اس کو قطعی الگ رکھتے ہیں؛ یہودیوں پر مظالم کرنے کے پولستانی بورژوازی کے رجحان وغیرہ وغیرہ کے خلاف ہم جد و جہد کرتے ہیں ـ

بورژوازی اور کوتاہ بینوں کے نقطۂ نظر سے یہ "ناقابلِ عمل" ہے مگر قومی مسئلے کے سلسلے میں یہی وہ واحد پالیسی ہے جو قابلِ عمل ہے، اصولوں پر مبنی ہے اور جمہوریت، آزادی اور پرولتاری اتحاد کو واقعی بڑھاوا دیتی ہے۔

لینن ، مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

فروری، مئی ۱۹۱۴ء میں لکھا گیا

جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۲

ولادیمیر ایلیچ لینن

خود ارادیت پر مباحثے کا خلاصہ

(مضمون سے اقتباس)

۷۔ مارکسزم یا پرودھون ازم ؟

... مشترک منزل ــــ مکمل مساوات، تمام قوموں کی قریب ترین شراکت اور انجام کار امتزاج ــــ کی جانب لے جانے والا راستہ ہر مخصوص صورت میں ظاہر ہے کہ مختلف راہوں سے گزرتا ہے۔ جیسے کہ مثلاً اس صفحے کے وسط میں واقع کسی نقطے کی جانب پہنچنے والا راستہ ایک کنگرے سے بائیں جانب جاتا ہے اور اس کے مقابل کنگرے سے داہنی جانب۔

استبداد کرنے والے ملکوں کے مزدوروں کی بین الاقوامیت پسندانہ تعلیم میں زور لازمی طور سے اس بات پر دینا چاہئے کہ وہ مظلوم ملکوں کو علیحدگی اختیار کر لینے کی آزادی کی وکالت کریں اور اس کے لئے جدوجہد کریں۔ اس کے بغیر بین الاقوامیت پسندی کا وجود ہی ممکن نہیں۔ ہمارا حق اور فرض ہے کہ استبداد کرنے والی قوم کے ہر اُس سوشل ڈیماکریٹ کو، جو ایسا پروپگنڈہ کرنے میں ناکام رہے، بے اصولا اور

سامراجیت پسند تصور کریں۔ یہ اس صورت میں بھی قطعی مطالبہ ہے جب کہ سوشلزم کے قیام سے قبل علیحدگی ممکن اور "قابلِ عمل" ہونے کا موقع ہزار میں سے صرف ایک بار ہی نظر آرہا ہو۔

مزدوروں کو قومی امتیازات سے "بے نیازی" برتنے کی تعلیم دینا ہمارا فرض ہے۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ مگر یہ حامیِ الحاق کی سی بے نیازی نہیں ہونی چاہیئے۔ استبداد کرنے والی قوم کے فرد کو اس امر سے "بے نیاز" ہونا چاہیئے کہ چھوٹی چھوٹی قومیں، اپنی اپنی ہمدردیوں کے مطابق اُس کی اپنی ریاست سے متعلق ہیں، یا کسی پڑوسی ریاست سے یا خود اپنے آپ سے: ایسی "بے نیازی" کے بغیر وہ سوشل ڈیماکریٹ نہیں ہوتا۔ بین الاقوامیت پسند سوشل ڈیماکریٹ ہونے کے لئے کسی کو صرف خود اپنی قوم کے بابت ہی نہیں سوچنا چاہیئے، بلکہ تمام قوموں کے مفادات کو، اُن کی مشترک آزادی اور مساوات کو اس سے بالاتر رکھنا چاہیئے۔

دوسری طرف کسی چھوٹی سی قوم کے سوشل ڈیماکریٹ کو اپنی تبلیغ میں ہمارے عام فارمولے کے دوسرے لفظ یعنی قوموں کے "رضاکارانہ اتحاد واشتراک" پر زور دینا چاہیئے۔ بین الاقوامیت پسند کی حیثیت سے اپنے فرائض سے کوتاہی کے بغیر وہ اپنی قوم کی سیاسی خودمختاری اور پڑوسی ریاست ا، ب، ج وغیرہ سے اپنے اتحاد و اشتراک دونوں کے حق میں ہو سکتا ہے۔ مگر تمام صورتوں میں اسے چھوٹی قوم کی تنگ نظری، علیحدگی اور تنہائی پسندی کے خلاف لڑنا چاہیئے، کُل اور عام پر غور کرنا چاہیئے، مخصوص کو عام مفاد کے تابع کر دینا چاہیئے۔

جن لوگوں نے اس مسئلے پر گہرائی سے غور نہیں کیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ استبداد کرنے والی قوموں کے سوشل ڈیماکریٹوں کا "علیحدگی اختیار کرنے کی آزادی" پر اصرار کرنا اور مظلوم قوموں کے سوشل ڈیماکریٹوں کا "اتحاد واشتراک کی آزادی" پر اصرار کرنا

"متضاد" ہے۔ لیکن ذرا غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بین الاقوامیت پسندی کا اور قوموں کے امتزاج کا، مذکورہ صورت حال میں اس منزل تک پہنچنے کا کوئی اور راستہ نہیں ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

لینن ، مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جولائی ۱۹۱۶ء میں لکھا گیا۔
جلد ۲۲ صفحہ ۳۴۶ - ۳۴۷

ولادیمیر ایلیچ لینن

مشرق کی قوموں کی کمیونسٹ تنظیموں کی دوسری کل روس کانگرس کو خطاب

(اقتباس)

۲۲ نومبر ۱۹۱۹ء

بورژوا قوم پرستی پر جو اُن قوموں میں بیدار ہو رہی ہے اور جسے بیدار ہونا چاہیئے اور جس کا اپنا تواریخی جواز موجود ہے، آپ خود کو مبنی کرنے پر مجبور ہوں گے اس کے ساتھ ہی ساتھ ہر ملک کے محنت کش اور لوٹے کھسوٹے ہوئے عوام الناس تک پہنچنے کا راستہ آپ کو تلاش کرنا چاہیئے اور ایسی زبان میں جسے وہ سمجھ سکیں آپ کو انھیں بتانا چاہیئے کہ ان کے نجات کی واحد امید بین الاقوامی انقلاب کی فتح میں مضمر ہے اور یہ کہ کروڑوں پر مشتمل مشرق کی محنت کش اور لوٹی کھسوٹی ہوئی قوموں کا واحد اتحادی بین الاقوامی پرولتاریہ ہے۔

روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی مرکزی کمیٹی کا خبرنامہ، شمارہ ۹، ۲۰ دسمبر ۱۹۱۹ء

لینن ۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۳۰ صفحہ ۱۶۲

دینیکین پر فتوحات کے بارے میں یوکرین کے مزدوروں اور کسانوں کے نام خط

(اقتباس)

اوّل تو مزدور کے مفادات کا مطالبہ ہے کہ مختلف ملکوں اور قوموں کے محنت کش عوام میں باہم مکمل ترین اعتماد اور قریب ترین اتحاد ہو۔ زمینداروں اور سرمایہ داروں کے، بورژوازی کے حمایتی مزدوروں میں نفاق پیدا کرنے، قومی نااتفاقی اور عداوت میں شدّت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ مزدوروں کو کمزور کر دیں اور سرمائے کی طاقت بڑھا دیں۔

سرمایہ ایک بین الاقوامی قوت ہے۔ اس کو مٹانے کے لئے مزدوروں کا بین الاقوامی اتحاد، مزدوروں کی بین الاقوامی اخوت کی ضرورت ہے۔

قومی عداوت اور نااتفاقی کے، قومی تنہائی پسندی کے ہم مخالف ہیں۔ ہم بین الاقوامیت پسند ہیں۔ واحد عالمی سوویت جمہوریہ میں تمام قوموں کے مزدوروں اور کسانوں کے قریبی اتحاد اور مکمل امتزاج کی ہم حمایت کرتے ہیں۔

دوسرے محنت کش عوام کو یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ سرمایہ داری نے قوموں کو استبداد کرنے والی، عظیم طاقت (سامراجی)، مکمل خود مختار اور مراعات یافتہ قوموں میں جن کی تعداد قلیل ہے اور مظلوم، محکوم اور نیم محکوم، غیر مختار قوموں میں جو تعداد میں غالب اکثریت میں ہیں، تقسیم کر ڈالا ہے۔ ۱۸-۱۹۱۴ء کی انتہائی مجرمانہ اور نہایت رجعت پسند جنگ نے اس تقسیم کو اور بھی نمایاں کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ عداوت و نفرت

میں شدت پیدا ہوگئی۔ صدیوں سے ان قوموں کی جانب جو حاوی تھیں اور استبداد کر رہی تھیں غیر خود مختار اور محکوم قوموں کے عظیم روسی جیسی قوموں کی جانب یوکرینی جیسی قوموں کے غم و غصّے اور بے اعتمادی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

ہم قوموں کا رضاکارانہ اتحاد چاہتے ہیں، ایسا اتحاد جو ایک قوم پر دوسری قوم کے کسی طرح کے جبر کے امکان کو خارج کر دیتا ہو ــــــ ایسا اتحاد جو مکمل اعتماد پر، برادرانہ اتحاد کو واضح طور سے تسلیم کر لینے پر، قطعی رضاکارانہ رضامندی پر مبنی ہو۔ اس قسم کا اتحاد بیک جنبش قلم قائم نہیں ہو سکتا؛ اس کے لئے نہایت ہی صبر اور احتیاط سے کام کرنا ہوتا ہے تاکہ معاملات کہیں بگڑ نہ جائیں، اور بے اعتمادی نہ پیدا ہو جائے اور ایسا نہ ہو کہ صدیوں کے زمیندارانہ اور سرمایہ دارانہ استبداد سے ورثے میں ملنے والی بے اعتمادی کو صدیوں سے چلی آنے والی نجی جائداد اور اس کی تقسیم اور مکرر تقسیم کے باعث پیدا ہو جانے والی عداوت کو رفتہ رفتہ زائل ہو جانے کا موقع مل جائے۔

اس لئے ہمیں قوموں کے اتحاد کے لئے مستقل مزاجی کے ساتھ کوشش کرتے رہنا چاہئے اور ہر اس چیز کو بے رحمی سے دبا دینا چاہئے جس کا میلان انھیں تقسیم کرنے کی طرف ہو اور ایسا کرتے ہوئے ہمیں نہایت احتیاط اور صبر سے کام لینا اور قومی بے اعتمادی کے باقیات کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ سرمائے کی غلامی کے جوئے سے نجات کے لئے مزدوروں کی لڑائی کے بنیادی مفادات کو متاثر کرنے والی ہر چیز کی جانب ہمیں سخت اور غیر مصالحت پسند ہونا چاہئے۔ اب اسی وقت سرحدوں کی نشاندہی کا مسئلہ، فی الحال ــــــ کیونکہ ہم سرحدوں کو مکمل طور سے مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں ــــــ چھوٹا سا مسئلہ ہے،

کوئی بنیادی یا اہم مسئلہ نہیں ہے۔

پراودا، شمارہ ۳
۴ جنوری ۱۹۲۰ء

لینن - مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۳۰ صفحہ ۲۹۲ - ۲۹۳

ولادیمیر ایلیچ لینن

یہودیوں کے خلاف قتلِ عام کی مہم

(گراموفون ریکارڈ پر تقریر سے اقتباس)

یہود دشمنی کے معنی ہیں یہودیوں سے عداوت کو پھیلانا۔ جب زار کی منحوس بادشاہت اپنی آخری گھڑیاں گن رہی تھی تو اس نے لاعلم مزدوروں اور کسانوں کو یہودیوں کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ زارشاہی پولیس نے زمینداروں اور سرمایہ داروں کے ساتھ مل کر یہودیوں کے خلاف قتلِ عام کی مہم منظّم کی۔ زمینداروں اور سرمایہ داروں نے مزدوروں اور کسانوں کی جو قلّت کی مصیبتوں میں گرفتار تھے، نفرت کو یہودیوں کی طرف ڈھالنے کی کوشش کی۔ دوسرے ملکوں میں بھی ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ سرمایہ دار یہودیوں کے خلاف نفرت پھیلاتے ہیں تاکہ مزدوروں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیں، محنت کش عوام کے حقیقی دشمن، سرمائے کی جانب سے ان کی توجہ منتقل کر دیں...

محنت کش عوام کے دشمن یہودی نہیں ہیں۔ مزدوروں کے دشمن تو سارے ملکوں کے سرمایہ دار ہیں۔ یہودیوں میں محنت کش ہوتے ہیں اور اکثریت انھیں پر مشتمل ہوتی ہے۔ وہ ہمارے بھائی ہیں، جو ہماری ہی طرح سرمائے کے مظلوم ہیں؛ سوشلزم کی جدوجہد میں وہ ہمارے ساتھی ہیں۔ یہودیوں میں کولک، استحصال

کرنے والے اور سرمایہ دار ہوتے ہیں، عین اُسی طرح جس طرح کہ روسیوں میں ہوتے ہیں، اور تمام قوموں کے لوگوں میں ہوتے ہیں۔ سرمایہ دار کوشش کرتے ہیں کہ مختلف عقیدوں، مختلف قوموں اور مختلف نسلوں کے مزدوروں میں نفرت کے بیج بو دیں، اس کو پھیلا دیں۔ سرمائے کی طاقت اور توانائی سے ان لوگوں کو برسراقتدار رکھا جاتا ہے جو کام نہیں کرتے۔ مالدار یہودیوں کی، مالدار روسیوں اور سارے ملکوں کے مالداروں کی طرح، مزدوروں کو دبانے، کچلنے، لوٹنے اور بارہ باٹ کرنے کے لئے ملی بھگت ہوتی ہے۔

منحوس زار شاہی پر لعنت ہے جس نے یہودیوں کو ایذائیں پہنچائیں اور ظلم کا نشانہ بنایا۔ لعنت ان لوگوں پر جو یہودیوں کے خلاف نفرت پھیلاتے ہیں، جو دوسری قوموں کے خلاف نفرت پھیلاتے ہیں۔

مارچ ۱۹۱۹ء کے آخر میں ریکارڈ بھرا گیا۔

لینن - مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۹، صفہ ۲۵۲ - ۲۵۳

۵
سوشلزم اور پرولتاری بین الاقوامیت پسندی

ولادیمیر ایلیچ لینن

سوشلسٹ انقلاب اور قوموں کا حق خود ارادیت

(اقتباس)

دعوے

۳۔ حق خود ارادیت کی اہمیت اور وفاق سے اس کا تعلق

سوشلزم کا مقصد ننھی ننھی ریاستوں میں نوع انسانی کی تقسیم کا اور کسی بھی شکل میں قوموں کے الگ تھلگ ہونے کا خاتمہ کرنا ہی نہیں، قوموں کو آپس میں قریب لانا ہی نہیں بلکہ انھیں باہم منسلک و متحد کرنا بھی ہے۔ اور ٹھیک یہی مقصد حاصل کرنے کی غرض سے ہمیں ایک طرف تو رینیر اور اوٹو باوئیر[27] کی نام نہاد "تہذیبی اور قومی خود اختیاری" کی رجعت پسندانہ نوعیت عوام الناس کو سمجھانی چاہئے اور دوسری طرف واضح طور سے اور ٹھیک ٹھیک مرتّب کردہ ایسے سیاسی پروگرام میں محکوم قوموں کی نجات کا مطالبہ کرنا چاہئے جس میں استبداد کرنے والی قوموں کے سوشلسٹوں کی ریاکاری اور بزدلی کا لحاظ رکھا گیا ہو اور جس کا اظہار عمومی نامکمل فقروں میں نہیں، خالی خولی اعلانوں میں نہیں اور مسئلے کو سوشلزم کے حاصل ہو جانے تک "اٹھا رکھنے" کے انداز میں نہیں ہونا چاہئے۔ جس طرح نوع انسانی مظلوم طبقے کی ڈکٹیٹرشپ کے عبوری دور سے گزر کر ہی طبقوں کے خاتمے کی منزل تک پہنچ

سکتی ہے ، اسی طرح وہ قوموں کے ناگزیر اتحاد و اشتراک کی منزل تک تمام محکوم قوموں کی مکمل نجات یعنی علیحدگی اختیار کرنے کی آزادی کے عبوری دور سے گزر کر ہی پہنچ سکتی ہے ۔

جنوری فروری ۱۹۱۶ء میں لکھا گیا

لینن ۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۲۲ ، صفہ ۱۴۶ - ۱۴۷

ولادیمیر ایلیچ لینن

خود ارادیت پر مباحثے کا خلاصہ

(اقتباس)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نئے معاشیات دانوں کے خیال میں فتحیاب سوشلزم کی جمہوری ریاست کا وجود سرحدوں کے بغیر ہی ہوگا (مادّے کے بغیر "مجموعۂ احساسات" کی طرح) یا پھر سرحدیں "صرف" پیداوار کی ضرورتوں کے مطابق دوبارہ مقرر کی جائیں گی ۔ درحقیقت اس کی سرحدیں جمہوری طور پہ مقرر کی جائیں گی یعنی آبادی کی مرضی اور "ہمدردیوں" کے مطابق ۔ سرمایہ داری ان ہمدردیوں کے سلسلے میں تحکم سے پیش آتی ہے اور قوموں میں مصالحت کی راہ میں اور بھی روڑے اٹکاتی ہے ۔ طبقاتی استبداد کے بغیر پیداوار منظم کر کے ، ریاست کے تمام اراکین کی فلاح و بہبود کی ضمانت کر کے سوشلزم آبادی کی "ہمدردیوں" کے بروئے عمل آنے کا پورا موقع دیتی ہے ، اس طرح قوموں کے باہم قریب آنے اور مدغم ہو جانے کے عمل کو بڑھاوا دیتی اور اس کی رفتار میں اضافہ کرتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ سرمایہ داری کے تحت قومی (یا کوئی اور سیاسی) استبداد کا خاتمہ

کرنا غیر ممکن ہے کیونکہ اس کے لئے طبقوں کا خاتمہ کرنے کی یعنی سوشلزم قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاشیات پر مبنی ہوتے ہوئے بھی سوشلزم کو محض معاشیات تک ہی گھٹا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ قومی استبداد کے خاتمے کے لئے ایک بنیاد ــــ سوشلسٹ پیداوار ــــ ضروری ہوتی ہے، مگر اس بنیاد پر جمہوری انداز میں منظم ریاست، جمہوری فوج وغیرہ بھی قائم ہونی چاہئے۔ سرمایہ داری کو سوشلزم میں تبدیل کر کے پرولتاریہ قومی استبداد کو مٹانے کا امکان پیدا کر دیتا ہے۔ یہ امکان تمام حلقوں میں جن میں آبادی کی "ہمدردیوں" کے مطابق ریاستی سرحدوں کی نشاندہی بھی شامل ہے، جن میں علیحدگی اختیار کرنے کی مکمل آزادی بھی شامل ہے، مکمل جمہوریت کے قیام کے ساتھ "ہی" ــــ "صرف اسی صورت میں!"، حقیقت بن سکتا ہے۔ اور اپنی باری میں اس سے خفیف سے بھی قومی تصادم کو اور انتہائی معمولی قومی بے اعتمادی کو عملاً مٹانے کی، زیادہ تیز رفتاری سے قوموں کے باہم قریب آنے اور مدغم ہونے کی جس کی تکمیل ریاست کے رفتہ رفتہ غائب ہو جانے پر ہوگی، بنیاد قائم ہو جائے گی ....

... علیحدگی اختیار کرنے کی آزادی ہی جو پولستانی سوشل ڈیماکریٹوں نے نوآبادیوں کو "عطا کی ہوگی"، یورپ کی چھوٹی چھوٹی مگر تہذیب یافتہ اور اعتبار سے سخت گیر محکوم قوموں کو بڑی سوشلسٹ ریاستوں سے اتحاد کی جانب مائل کرے گی کیونکہ سوشلزم کے تحت بڑی ریاست کے معنی ہوں گے روزانہ اتنے گھنٹے کم کام اور روزانہ اس قدر زیادہ اجرت۔ محنت کش عوام الناس بورژوازی کے جوئے سے نجات حاصل کرنے کے بعد اُس "تہذیبی امداد"، کی خاطر بڑی اور ترقی یافتہ سوشلسٹ قوموں سے اتحاد و اشتراک کی جانب بے اختیار کھنچے چلے آئیں گے، بشرطیکہ کل کے جابر و حاکم عرصۂ دراز سے محکوم و مظلوم قوموں کے نہایت

پختہ احساس خودداری کو ٹھیس نہ پہنچائیں، اور بشرطیکہ انھیں ہر بات میں جس میں ریاست کی تعمیر یعنی "خود اپنی" ریاست منظم کرنے میں تجربہ بھی شامل ہے، برابری کا درجہ دیں۔ سرمایہ داری کے تحت اس "تجربے" سے مراد جنگ، تنہائی، خلوت اور چھوٹی چھوٹی مراعات یافتہ قوموں کی تنگ نظری و خود غرضی ہوتی ہے (ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ) سوشلزم کے تحت خود محنت کش عوام مذکورہ صدر خالص معاشی محرکات کی غرض سے ہی علیحدگی کے لئے کہیں رضامند نہیں ہوگی، جبکہ متعدد سیاسی صورتیں، علیحدگی اختیار کرنے کی آزادی، اور ریاستی تنظیم میں تجربہ ـــــ یہ سب اس وقت تک باقی رہے گا جب تک ریاست اپنی تمام صورتوں کے اعتبار سے رفتہ رفتہ غائب نہیں ہو جاتی ـــــ خوش حال تہذیب یافتہ زندگی کی بنیاد اور اس امر کی ضمانت رہیں گی کہ قومیں باہم قریب تر آجائیں اور روز افزوں تیز رفتاری سے ان میں اتحاد و اشتراک قائم ہو جائے . . . .

لینن - مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

جولائی ۱۹۱۶ء میں لکھا گیا

جلد ۲۲، ص ۳۲۴-۳۲۵، ۳۳۹

ولادیمیر الییچ لینن

پارٹی پروگرام پر مباحثے کی اختتامی تقریر مورخہ ۱۹ مارچ

روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی آٹھویں کانگرس

ہمیں دوسری قوموں کو بتا دینا چاہیئے کہ ہم قطعی طور سے بین الاقوامیت پسند ہیں اور تمام قوموں کے مزدوروں اور کسانوں کے رضاکارانہ اتحاد کے لئے کوششیں

کرر ہے ہیں۔ اس سے جنگوں کا امکان ذرا ختم نہیں ہوتا۔ جنگ کا مسئلہ مختلف ہے اور وہ سامراجیت کی خود نوعیت ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر ہم ولسن سے لڑ رہے ہیں اور ولسن کسی چھوٹی سی قوم کو اپنے حربے کی طرح استعمال کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اس حربے کی ہم ضرور مخالفت کریں گے۔ ہم نے کبھی بھی اس سے مختلف بات نہیں کی ہے۔ ہم نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ سوشلسٹ جمہوریہ فوجوں کے بغیر قائم رہ سکتی ہے۔ بعض حالات میں جنگ ضروری ہو سکتی ہے۔ لیکن فی الحال قوموں کی خود ارادیت کے مسئلے کا لب لباب یہ ہے کہ مختلف قومیں ایک ہی تاریخی سمت میں پیش قدمی کر رہی ہیں، لیکن نہایت مختلف، ٹیڑھے میڑھے راستوں اور پگڈنڈیوں سے اور یہ کہ زیادہ مہذب قومیں ظاہر ہے کہ اُس طریقے سے بڑھ رہی ہیں جو کم مہذّب قوموں کے طریقے سے مختلف ہے۔ فن لینڈ نے مختلف طریقے سے ترقی کی ہے۔ جرمنی مختلف طریقے سے ترقی کر رہا ہے۔ کامریڈ پیاتاکوف جب کہتے ہیں کہ ہمیں اتحاد کی ضرورت ہے تو وہ ہزار بار درست ہیں لیکن اس کی کوشش ہمیں پروپگنڈے کے ذریعے، پارٹی کے اثر کے ذریعے متحدہ ٹریڈ یونینیں بنا کر کرنی چاہئیں۔ مگر اس سلسلے میں بھی ہمیں لکیر کا فقیر نہیں بننا چاہیئے۔ اگر ہم اس نکتے کو نکال دیں یا مختلف طریقے سے اسے مرتّب کریں تو یہ قومی مسئلے کو پروگرام ہی سے خارج کر دینے کے مترادف ہوگا۔ اگر مخصوص قومی خدوخال نہ رکھنے والے لوگ ہوتے تو ایسا کرنا ممکن تھا۔ مگر ایسے لوگ ہوتے نہیں، اور ہم سوشلسٹ سماج کی تعمیر کسی اور طریقے کر نہیں سکتے

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)

۱۸-۲۳ مارچ ۱۹۱۹ء جلد ۲۹، صفہ ۱۹۵-۱۹۶

قومیتوں کا مسئلہ یا "خود اختیار بنانے کا عمل"(۲۸)

(مختصر یادداشت سے اقتباس)

میں قومی مسئلے پر اپنی تحریروں میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ قومیت کے مسئلے کو مجرد طریقے سے پیش کرنا قطعی بیکار ہے۔ جابر و حکمراں قوم کی قوم پرستی اور مظلوم محکوم قوم کی قوم پرستی کے درمیان، بڑی قوم کی قوم پرستی اور چھوٹی قوم کی قوم پرستی کے درمیان فرق کرنا ضروری ہوتا ہے۔

دوسری وضع کی قوم پرستی کے اعتبار سے ہم، بڑی قوم سے تعلق رکھنے والے افراد قریب قریب ہمیشہ، تواریخی معمول میں بے شمار تشدد کے واقعات کے قصوروار ہیں؛ علاوہ ازیں بے شمار مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم سے تشدد اور اہانت کی خطا ہو جاتی ہے اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا۔ میری والگا کی یادوں ہی کو ذہن میں تازہ کر لینا کافی ہوگا کہ غیر روسیوں سے کیسا برتاؤ کیا جاتا ہے؛ کیسے پولستانیوں کو پولیاچشکہ کے علاوہ کسی اور نام سے یاد ہی نہیں کیا جاتا، کس طرح تاتاری کی عرفیت شہزادہ ہو گئی ہے، کیسے یوکرینیوں کو ہمیشہ خوخول کہتے ہیں اور جارجیائی اور دوسری قفقازی قوموں کے باشندے ہمیشہ کپکا سیائی کہلاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جابروں یا جیسا کہ عام طور پر کہتے ہیں "عظیم" قوموں کی (حالانکہ وہ اپنے تشدد ہی کے لحاظ سے عظیم ہوتی ہیں، دھونس جمانے والوں کی طرح ہی عظیم ہوتی ہیں)، بین الاقوامیت پسندی قوموں کی رسمی برابری پر عمل کرنے پر ہی نہیں بلکہ جابر قوم کی عظیم قوم کی نابرابری تک پر مشتمل ہونی چاہیئے جو اُس عدم مساوات کے باعث ہونے والی کمی کو پورا کرے جو درحقیقت عملاً پائی جاتی ہے۔ جو کوئی اس بات کو نہیں

سمجھتا اس کو قومی مسئلے پر حقیقی پرولتاری رویے کو سمجھنے پر قدرت حاصل نہیں ہوئی ہے، وہ اب بھی اپنے نقطۂ نظر کے اعتبار سے اصل میں پیٹی بورژوا ہے اور اس لئے یقینی طور پر وہ نیچے اُتر کر بورژوا نقطۂ نظر کو اپنا لے گا۔

پرولتاری کے لئے اہم کیا ہے؟ پرولتاری کے لئے یہ نہ صرف اہم بلکہ قطعی لازمی ہے کہ اسے اس بات کی ضمانت ہو کہ پرولتاری طبقاتی جدوجہد پر غیر روسیوں کو زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک بھروسہ ہو۔ اس کی ضمانت کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے؟ محض رسمی برابری کی نہیں۔ کسی نہ کسی طرح، اپنے رویے سے یا مراعات سے غیر روسیوں کو اعتماد کے اس فقدان، اُس بدگمانی اور ان توہینوں کا بدلہ چکانا ضروری ہے جن کا ماضی میں "حاوی" قوم کی حکومت نے ان کو نشانہ بنایا تھا۔

میرا خیال ہے کہ بالشویکوں کو، کمیونسٹوں کو یہ بات زیادہ تفصیل سے سمجھانا غیر ضروری ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ موجودہ مثال میں جہاں تک جارجیائی قوم کا تعلق ہے، ہمارے سامنے ایک مثالی صورت ہے جس میں حقیقی پرولتاری رویہ ہمارے لئے نہایت احتیاط، مروّت اور مصالحت کے لئے مستعدی کو ضرورت بنا دیتا ہے۔ جو جارجیائی مسئلے کے اس پہلو پر دھیان نہیں دیتا، یا جو "قوم پرست سوشلزم" کے الزامات بے احتیاطی سے عائد کرتا رہتا ہے (جب کہ وہ خود حقیقی اور سچا "قوم پرست سوشلسٹ ہے" اور یہاں تک کہ بیہودہ عظیم روسی دھونسیل بھی ہے)، عملی طور پر پرولتاری طبقاتی یکجہتی کے مفادات کی خلاف ورزی کرتا ہے، کیونکہ پرولتاری طبقاتی یک جہتی کو ترقی دینے اور تقویت پہنچانے کی راہ میں قومی ناانصافی سے زیادہ اور کوئی چیز رکاوٹ نہیں ڈالتی۔ "ناراض" ہم قوم افراد احساسِ مساوات اور اس مساوات کی خلاف ورزی کو، خواہ وہ لاپرواہی کی وجہ سے ہوئی ہو یا از راہ مذاق — اپنے پرولتاری ساتھیوں کے ہاتھوں اس مساوات کی خلاف ورزی کو — جس قدر زیادہ محسوس کرتے

ہیں اتنا اور کچھ محسوس نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں قومی اقلیتوں کو ضرورت سے کم کی بہ نسبت زیادہ رعایتیں دینا اور نرمی کا برتاؤ کرنا بہتر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں پرولتاری یک جہتی اور اس کے نتیجے میں پرولتاری طبقاتی جدوجہد کے بنیادی مفاد کا مطالبہ ہے کہ ہم قومی مسئلے کی جانب کبھی بھی رسمی سا رویہ اختیار نہ کریں بلکہ مظلوم (یا چھوٹی) قوم کے پرولتاری کے جابر (یا بڑی) قوم کی جانب مخصوص رویے کو ہمیشہ شمار میں رکھیں۔

م۔ و نے املا لکھی — لینن

مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۲ء

مختصر یادداشت کا سلسلہ

۳۱ دسمبر ۱۹۲۲ء

موجودہ صورت حال میں کیا عملی اقدامات کرنے چاہئیں؟

اول تو ہمیں سوشلسٹ جمہوریاں کے اتحاد کو برقرار رکھنا اور اس کو تقویت پہنچانا چاہیئے۔ اس میں کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ اقدام ہمارے لئے ضروری ہے اور یہ عالمی بورژوازی کے خلاف عالمی کمیونسٹ پرولتاریہ کی جدوجہد میں اس کے لئے اور بورژوا سازشوں سے اس کی مدافعت کے لئے ضروری ہے۔

دوسرے، سوشلسٹ جمہوریاؤں کے اتحاد کو اس کے سفارتی ادارے کی خاطر برقرار رکھنا لازمی ہے۔ اسی سلسلے میں یہ بھی کہ یہ ادارہ ہمارے ریاستی ادارے کا ایک غیر معمولی جزو ہے۔ ہم نے پرانے زارشاہی ادارے کے کسی ایک بھی با اثر شخص کو اس کے اندر داخل نہیں ہونے دیا ہے۔ تمام شعبے جنہیں ذرا بھی کوئی اختیار حاصل ہے کمیونسٹوں

پر مشتمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے قابل اعتماد کمیونسٹ ادارے کی (یہ بات نہایت جرأت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے) شہرت حاصل کر لی ہے جس کے اندر سے دوسری عوامی کمیساریاتوں کی بہ نسبت پرانے زارشاہی، بورژوا اور پیٹی بورژوا عناصر کو بے مثال بڑی حد تک نکال دیا گیا ہے ....

چوتھے، ہمارے اتحاد کی غیر روسی جمہوریاؤں میں قومی زبان کے استعمال پر سخت ترین قواعد نافذ کرنے چاہئیں اور ان قواعد کی خاص احتیاط کے ساتھ پڑتال ہونی چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارا ادارہ جیسا ہے اس میں ریلوے خدمت کے اتحاد، مالیاتی خدمت کے اتحاد وغیرہ کے بہانے نہایت ہی عام پیمانے پر حقیقی معنوں میں روسی استفادۂ بے جا ضرور بالضرور ہوگا۔ اس استفادۂ بے جا کے خلاف جدوجہد کے لئے، اگر ہم اس جدوجہد کے خلاف بیڑا اٹھانے والوں کے خصوصی خلوص کا ذکر نہ بھی کریں تو، خاص خوش تدبیری کی تو ضرورت ہے ہی۔ تفصیلی قواعد و ضوابط کی ضرورت ہوگی اور متعلقہ جمہوریہ میں رہنے والے ہم قوم افراد ہی انھیں کامیابی کے ساتھ مرتب کر سکتے ہیں۔ اور پھر ہم پہلے سے پہلے ہی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ اس کام کے نتیجے میں سوویتوں کی اپنی اگلی کانگرس میں ہم پسپا نہیں ہوں گے یعنی سوویت سوشلسٹ جمہوریاؤں کے اتحاد کو صرف فوجی اور سفارتی امور کے لئے برقرار رکھیں گے اور باقی تمام معاملات میں الگ الگ عوامی کمیساریتوں کی مکمل خود مختاری کو بحال کر دیں گے

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ عوامی کمیساریتوں کی مرکز سے علیحدگی اور جہاں تک ماسکو اور دیگر مرکزوں کا تعلق ہے ان کے کام میں باہمی ربط کے فقدان کی خاصی تلافی پارٹی کے اختیار سے ہو سکتی ہے بشرطیکہ اسے کافی احتیاط اور

غیر جانبداری سے بروئے کار لایا جائے۔ قومی اداروں اور روسی ادارے کے درمیان اتحادِ عمل کی کمی کے باعث ہماری ریاست کو جو نقصان ہو سکتا ہے وہ اس کی بہ نسبت بے حساب کم ہو گا جو نہ صرف ہمیں بلکہ پوری انٹرنیشنل کو اور ایشیا کے کروڑوں لوگوں کو ہو گا جسے عنقریب مستقبل میں تاریخ کی تماشہ گاہ پر ہمارے ہی بعد نمودار ہونا مقدر ہے۔ اگر تماشہ گاہ پر مشرق کے پہلی بار آنے سے ذرا قبل، ابھی جب کہ وہ بیدار ہو اہی ہے، ہم اس کی قوموں میں اپنے وقار کو ٹھیس پہنچ جانے دیں، خواہ وہ ہماری اپنی غیر روسی قومیتوں کی جانب خفیف سے بھونڈے پن یا ناانصافی کے باعث ہی کیوں نہ پہنچی ہو، تو یہ ناقابلِ معافی موقع پرستی ہو گی۔ مغرب کے سامراجیوں کے خلاف جو سرمایہ دار دنیا کی مدافعت کر رہے ہیں، صف آرا ہونے کی ضرورت ایک بات ہے۔ اُس کے متعلق کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا اور اس کے بارے میں اپنی غیر مشروط پسندیدگی کے متعلق میرا کچھ کہنا غیر ضروری ہو گا۔ مگر یہ اور ہی بات ہے جب کہ مظلوم قومیتوں کی جانب خود ہم سے، چاہے معمولی باتوں ہی میں کیوں نہ ہو، سامراجی رویے اختیار کرنے کی لغزش ہو جائے اور اس طرح ہمارے سارے بااصول خلوص، سامراجیت کے خلاف جدوجہد کے ہمارے سارے بااصول دفاع کی بنیادیں کھوکھلی ہو جائیں۔ مگر تاریخ عالم کے مستقبل کا روز وہ دن ہو گا جب کہ سامراجیت کے ہاتھوں مجبور و مظلوم قومیں جو بیدار ہو رہی ہیں آخر کار اٹھ کھڑی ہوں گی اور ان کی نجات کی فیصلہ کن طویل اور شدید جدوجہد شروع ہو جائے گی۔

لینن

۳۱ دسمبر، ۱۹۲۲ء
م۔ و نے املا لکھی

لینن۔ مجموعۂ تصانیف (انگریزی ایڈیشن)
جلد ۳۶، صفحہ ۶۰۷ - ۶۱۱

تشریحی نوٹ

(۱) ۲۸ ستمبر ۱۸۶۴ء کو سینٹ مارٹنز ہال، لندن میں بین الاقوامی مزدوروں کا ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا تھا۔ لندن کی ٹریڈ یونینوں کے رہنماؤں اور پرودھون کے حامی پیرس کے مزدوروں کے ایک گروہ نے جرمن، اطالوی اور دوسرے مزدوروں اور اُن دنوں لندن میں مقیم یورپی انقلابی جمہوری تارکین وطن کے کچھ رہنماؤں کی امداد سے اس کا انتظام کیا تھا۔ اس جلسے میں بین الاقوامی محنت کشوں کی انجمن (پہلی انٹرنیشنل) کی داغ بیل ڈالی گئی اور عارضی کمیٹی منتخب کی گئی تھی۔ اس جلسے میں مارکس نے جرمن مزدوروں کی نمائندگی کی تھی اور وہ کمیٹی کے (جو بعد میں جنرل کونسل کہلائی تھی) ممبر منتخب ہوئے تھے پھر اس کمیشن کے ممبر جو اس کمیٹی نے انجمن کی پالیسی اور پروگرام کا بیان مرتّب کرنے کی غرض سے ۵ اکتوبر کو مقرر کیا تھا۔ یکم نومبر کو جنرل کونسل نے محنت کشوں کی بین الاقوامی انجمن کا افتتاحی خطبہ اور انجمن کے عمومی ہنگامی قواعد وضوابط کی اتفاق رائے سے توثیق کردی ——— یہ دونوں دستاویزیں مارکس نے تحریر کی تھیں۔

(۲) فرانس اور پرشا کی جنگ اور پیرس کمیون کے زمانے میں پرولتاری بین الاقوامیت پسندی کے اصولوں کی کامرانی کے لئے مارکس اور اینگلس کی جدوجہد نے خاص شدت اختیار کرلی تھی۔ کمیون کے قیام کے روز اوّل ہی سے انھوں نے جو انٹرنیشنل کی جنرل کونسل کے سربراہ تھے، اس کے تمام حلقوں اور بین الاقوامی پرولتاریہ کو دعوت دی کہ وہ دنیا میں مزدوروں کی پہلی ریاست کی مدافعت کے لئے آئیں۔ مارکس اور اینگلس نے بہت سارے پیغامات بھیجے جن میں انھوں نے پیرس کے مزدوروں

کے عمل کی عالمگیر اہمیت سمجھائی۔ پیرس کمیون کی اکیسویں سالگرہ کی تقریب پر فرانسیسی سوشلسٹوں کو ایک پیغام میں اینگلس نے کہا تھا کہ "کمیون کے نمایاں بین الاقوامی کردار نے ہی اس کو تاریخی عظمت بخشی تھی۔ بورژوا جارحیت پسند قوم پرستی کی کسی بھی علامت کے لئے وہ ایک جرأت مندانہ چیلنج تھا۔"

(۳) تھیئرس، لوئی ادولفے (۱۷۹۷ء - ۱۸۷۷ء) ـــــ فرانسیسی سیاستداں اور تاریخ داں، بہی خواہِ اورلیاں، پیرس کمیون کے اراکین کے قتل عام کے ذمہ داروں میں سے ایک، صدرجمہوریہ (۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۳ء)۔

(۴) پکارد، ارنیست (۱۸۲۱ء - ۱۸۷۷ء) ـــــ فرانسیسی وکیل اور سیاستداں اعتدال پسند بورژوا حامئ جمہوریہ، حکومتِ قومی دفاع میں وزیر مالیات (۷۱-۱۸۷۰ء)، تھیئرس کی حکومت میں وزیر داخلہ (۱۸۷۱ء)، اور پیرس کمیون کے اراکین کے قتل عام کے ذمہ داروں میں سے ایک۔

(۵) کاؤنٹ ژابرت، ہیپولائٹ فرانکوئس، کاؤنٹ (۱۷۹۸ء - ۱۸۷۴ء) ـــــ فرانسیسی سیاستداں، شاہی پسند، تھیئرس کی حکومت میں وزیر تعمیراتِ عامہ، (۱۸۴۰ء)، ۱۸۷۱ء کی قومی اسمبلی کے رکن۔

(۶) قیصر ولہلم ثانی (۱۸۵۹ء - ۱۹۴۱ء) ـــــ شہنشاہ جرمنی و شاہ پرشا (۱۸۸۸ء - ۱۹۱۸ء)، جارحیت پسند جُنکر شہنشاہیت کے مفادات پورے کرنے والی پالیسی اختیار کی، پہلی عالمگیر جنگ شروع کرنے میں عملی کردار ادا کیا، ۹ نومبر ۱۹۱۸ء کو ایک انقلاب میں تختہ پلٹ دیا گیا اور راہ فرار اختیار کر کے نشیبستان میں پناہ لی، ۲۸ نومبر ۱۹۱۸ء کو تخت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

(۷) دوسری انٹرنیشنل کی اشٹوٹ گارٹ کانگرس ۱۸ اگست سے ۲۴ اگست ۱۹۰۷ء تک منعقد ہوئی تھی۔ اس میں روسی سوشل ڈیماکریٹک لیبر پارٹی کی نمائندگی

۳۷ ڈیلی گیٹوں نے کی تھی۔ اس کانگرس میں شرکت کرنے والے بالشویکوں میں و۔ ا۔ لینن، ا۔ و۔ لوناچارسکی اور م۔ م۔ لتوینوف بھی شامل تھے۔ اس کانگرس نے مندرجہ ذیل امور پر بحث کی: (۱) عسکریت پسندانہ صف بندی اور بین الاقوامی جھگڑے (۲) سیاسی جماعتوں اور ٹریڈ یونینوں کے باہمی تعلقات (۳) نوآبادیاتی مسئلہ (۴) تبدیل وطن اور مزدوروں کا ترک وطن، اور (۵) عورتوں کا حق رائے دہی۔

اس کانگرس کی کارروائی کا بیشتر حصّہ کمیشنوں میں منتقل ہوگیا تھا جنھوں نے مکمل اجلاسوں کے لئے قراردادوں کے مسودے تیار کئے۔ لینن اس کمیشن میں کام کررہے تھے جو "عسکریت پسندی اور بین الاقوامی جھگڑوں" پر قرارداد تیار کررہا تھا۔ انھوں نے اور روزا لکسمبرگ نے ببیل کے مسودے میں متعدد ترمیمیں کیں جن میں وہ بھی شامل تھی جس کا تعلق جنگ کی صورت حال میں بحران کو عوام الناس میں جذبۂ انقلاب پیدا کرنے اور سرمایہ داری کا تختہ الٹنے کے سوشلسٹوں کے فرض سے تھا۔ کانگرس نے ان کی ترمیموں کو منظور کرلیا تھا۔

دوسری انٹرنیشنل کی کوپن ہیگن کانگرس ۱۹۱۰ء میں ۲۸ اگست سے ۳ ستمبر تک منعقد ہوئی تھی اور اس میں روسی سوشل ڈیماکریٹی لیبر پارٹی کی نمائندگی اوروں کے علاوہ لینن، پلیخانوف اور لوناچارسکی نے کی تھی۔

"عسکریت اور جنگ کے خلاف جدوجہد" ایجنڈے کا ایک عنوان تھا جس پر اس کانگرس نے ۱۹۰۷ء کی اشٹوٹ گارٹ کانگرس کی قرارداد کی توثیق کی، تمام سوشلسٹوں کو پابند کیا کہ وہ پارلیمنٹوں میں جنگی قرضوں کے خلاف ووٹ دیں اور جنگ کے خلاف اپنی لڑائی میں سوشلسٹ ممبران پارلیمنٹ کو دوسرے جو مطالبات پیش کرنے چاہئیں ان کے سلسلے میں انھیں ہدایات دیں۔

دوسری انٹرنیشنل کی باسلے کانگرس جو ۱۹۱۲ء میں ۲۴ سے ۲۵ نومبر تک منعقد ہوئی تھی، ایک غیر معمولی کانگرس تھی جو جنگ بلقان کے اور متوقع پہلی عالمگیر جنگ کے سلسلے میں طلب کی گئی تھی۔ اس نے ایک مینی فیسٹو منظور کیا تھا جس میں فوری متوقع عالمگیر جنگ کی سامراجی نوعیت پر زور دیا گیا تھا اور ہر جگہ کے سوشلسٹوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ جنگ کے خطرے کے خلاف لڑیں۔

(۸) پلیخانوف، گ۔ و۔ (۱۸۵۶ء - ۱۹۱۸ء) — روسی اور بین الاقوامی سوشلسٹ اور مزدور تحریک کی ممتاز شخصیت، مارکسی فلسفی، روس میں سائنسی سوشلزم کے پیشروؤں میں سے ایک اور روسی سوشل ڈیماکریٹی تحریک کے بانیوں میں سے تھے، روسی سوشل ڈیماکریٹی لیبر پارٹی کی دوسری کانگرس کے بعد موقع پرستوں کی جانب مصالحانہ رویہ اختیار کیا اور انجام کار مینشویکوں میں شامل ہوئے اور موقع پرستی کی جانب لڑھک گئے۔ پہلی عالمگیر جنگ کے دوران میں انھوں نے جنگ، امن اور انقلاب کے مسائل پر لینن کی مخالفت کی۔ ۱۸۸۳ء سے ۱۹۰۳ء تک یعنی مینشویک ہوجانے سے پہلے کے عرصے میں انھوں نے سائنسی سوشلزم اور مارکسی فلسفے پر اپنی بہترین تصنیفات کیں۔

پوترلیسوف، ا۔ ن۔ (۱۸۶۹ء - ۱۹۳۴ء) — مینشویک رہنما اور ممتاز ادیب۔ پہلی عالمگیر جنگ کے دوران میں سماجی جارحانہ قوم پرستی کی وکالت کرتے تھے۔ روس میں ۱۹۱۷ء کے اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد بدیس بھاگ گئے۔ جہاں انھوں نے کیرنسکی کے شائع کردہ ہفتہ وار دِنی (دن) کے لئے سوویت روس کو بدنام کرنے والے مضامین لکھے۔

کیرنسکی، ا۔ ف۔ (۱۸۸۱ء - ۱۹۷۰ء) — روسی بورژوا سیاستداں، بورژوا عارضی حکومت کے سربراہ، ۱۲ ستمبر ۱۹۱۷ء سے سپہ سالار اعظم، ۱۹۱۷ء

کی جولائی کے دنوں میں مزدوروں اور فوجیوں کو بے رحمی سے کچلنے کا اہتمام کیا اور بالشویک پارٹی کے خلاف تعزیری کارروائیاں کیں۔ ۲۵ اکتوبر (۷ نومبر) ۱۹۱۷ء کو جس روز پتروگراد میں مسلح بغاوت ہوئی، دارالحکومت سے فرار ہو گئے اور جنرل کراسنوف کے ساتھ مل کر سرکشی کی۔ اس میں ناکام ہونے کے بعد کیرنسکی نے علاقہ، دان کی طرف راہ فرار اختیار کی۔ ۱۹۱۸ء میں ترک وطن کر کے فرانس پہنچے اور ۱۹۴۰ء کے بعد سے ریاستہائے متحدہ میں سکونت اختیار کر لی۔ سفید تارکین وطن کی سوویت دشمن سرگرمی میں کیرنسکی نے سرگرم عملی حصہ لیا اور اخبار دِنی کی ادارت کی (۳۲-۱۹۲۲ء)۔ وہ اکتوبر انقلاب کے متعلق یادداشت اور دوسری کتابوں کے مصنّف ہیں جو سوویت دشمنی کے جذبے میں لکھی گئی ہیں۔ انھوں نے تاریخ مینشویت بھی لکھی ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۹) سترھویں صدی میں انگلستان کے بورژوا انقلاب کے دوران آئرستان میں ایک بغاوت ہوئی جس کے نتیجے میں اس جزیرے کے بیشتر حصے نے قریب قریب مکمل علیحدگی اختیار کر لی۔ کراموِیل کی فوجوں نے اس بغاوت کو کچل دیا۔ آئرستان کو "ٹھنڈا" کرنے کا عمل غیر معمولی سنگدلی سے انجام دیا گیا اور ایک سرے سے ساری زمینوں کو ہتھیا لینے پر ختم ہوا جو نئے انگریز زمینداروں کے حوالے کر دی گئیں۔ اس سے انگلستان میں زمیندار اور بورژوا عناصر کو تقویت حاصل ہوئی اور ۱۶۶۰ء میں شاہی کو بحال کرنے میں سہولت پیدا ہو گئی۔

(۱۰) اٹھارویں صدی میں ۷۰ء کی دہائی کے آخر اور ۸۰ء کی دہائی کے شروع میں شمالی امریکی نوآبادیوں میں برطانوی حکمرانوں کے خلاف کامیاب بغاوت کے زیر اثر آئرستان میں قومی آزادی کی ایک وسیع تحریک شروع ہوئی۔ برطانوی حکومت آئرستان کو مراعات دینے کے لئے مجبور ہوئی اور اس کو آزاد تجارت

اور خود مختار مجلس قانون ساز کا حق دے دیا۔ ۱۷۸۳ء میں ان مراعات کو اس وقت رسمی شکل دیدی گئی جب کہ برطانوی پارلیمنٹ نے قانون دستبرداری منظور کیا جس کے مطابق قانون سازی کے اختیارات آئرستانی پارلیمنٹ کو دیدیئے گئے۔ لیکن ۱۷۹۸ء میں آئرستانی بغاوت کے کچل دیئے جانے کے بعد خود اختیاری کا حق آئرستان سے چھین لیا گیا۔ برطانوی حکومت نے آئرستان کو انگلستان سے متحد ہونے کو مجبور کر دیا۔ قانون اتصال نے یکم جنوری ۱۸۰۱ء کو نافذ ہوا آئرستانی پارلیمنٹ کو ختم کر دیا۔ برطانوی استعماریت پسندوں کے خلاف جدوجہد میں ۱۸۲۰ء کی دہائی سے آئرستان کا مقبول ترین نعرہ اس اتصال کے خاتمے کا مطالبہ ہے۔

(۱۱) پولستانی سوشلسٹ پارٹی — ایک اصلاح پسند سوشلسٹ پارٹی جو ۱۸۹۲ء میں قائم کی گئی تھی۔ خود مختار پولینڈ کے مطالبے کو اپنے پروگرام کی بنیاد بنا کر اس پارٹی نے پولستانی مزدوروں میں علیحدگی اختیار کرنے کی اور قوم پرستی کی مہم چلائی اور انھیں مطلق العنانیت اور سرمایہ داری کے خلاف روسی مزدوروں کے ساتھ مشترکہ طور پر لڑنے کی راہ سے بھٹکانے کی کوشش کی۔

عام مزدوروں کے دباؤ میں اس پارٹی کے اندر بائیں بازو کے گروہ متواتر اُبھرتے رہے۔ ان میں سے بعض آگے چل کر پولستانی مزدوروں کی تحریک کے انقلابی حزب میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۰۶ء میں پولستانی سوشلسٹ پارٹی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی — پولستانی سوشلسٹ پارٹی۔ لیویکا (بایاں بازو) اور دایاں، جارحیت پسند قوم پرست بازو (نام نہاد انقلابی گروہ)۔ روسی سوشل ڈیماکریٹی لیبر پارٹی کے زیر اثر لیویکا نے رفتہ رفتہ ثابت قدم انقلابی رویہ اختیار کر لیا۔

(۱۲) بُند ـــــ لتھوینیہ، پولینڈ اور روس کا عام یہودی مزدور اتحاد ـــــ ۱۸۹۷ء میں قائم ہوا تھا۔ روس کے مغربی علاقوں میں رہنے والے یہودی کاریگروں پر اس کا بیشتر حصہ مشتمل تھا۔ روسی سوشل ڈیماکریٹی لیبر پارٹی کی پہلی کانگرس میں (مارچ ۱۸۹۸ء) اس نے اس پارٹی میں شرکت کر لی تھی۔ روسی سوشل ڈیماکریٹی لیبر پارٹی کی دوسری کانگرس میں (۱۹۰۳ء کی ۳۰ جولائی سے ۲۲ اگست تک) جب کانگرس نے بند کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا کہ اسے یہودی پرولتاریہ کا واحد نمائندہ تسلیم کیا جائے تو بند نے پارٹی سے علیحدگی اختیار کر لی۔

چوتھی (اتحاد) پارٹی کانگرس کے بعد ۱۹۰۶ء میں اس نے روسی سوشل ڈیماکریٹی لیبر پارٹی میں پھر سے شرکت کر لی۔ بُندی عام طور پر ہمیشہ مینشویکوں کی حمایت کرتے اور بالشویکوں کے خلاف لڑا کرتے تھے۔ بند اگرچہ روسی سوشل ڈیماکریٹی لیبر پارٹی کا حصہ تھا مگر وہ بورژوا قوم پرست تنظیم ہی رہا۔

(۱۳) پوت پراودی (راہِ حقیقت) ـــــ اخبار پراودا اس نام سے ۱۹۱۴ء کی ۲۲ جنوری سے ۲۱ مئی تک شائع ہوا۔

(۱۴) لینن نے پورشکے وچ کا رسوائے زمانہ نام ان لوگوں پر انگشت نمائی کرنے کے لئے استعمال کیا ہے جو ان کے رجعت پسندانہ نظریات کے حامی تھے۔

پورشکے وچ، و۔م۔ (۱۸۷۰ء - ۱۹۲۰ء) ـــــ زمیندار، رجعت پسند سیاستداں، شاہی پسند، سیاہ صد، یہود دشمن تنظیموں ـــــ "اتحاد روسی قوم" اور "انجمن رئیس الملائکہ مائیکل ـــــ کے بانی۔

(۱۵) نکولس ثانی (روما نوف) (۱۸۶۸ء - ۱۹۱۸ء) ـــــ آخری شہنشاہ روس جس نے سب سے زیادہ رجعت پسند خانگی پالیسیوں پر عمل

کیا۔ فروری کے بورژوا جمہوری انقلاب نے رومانوف خاندان کا تختہ پلٹ دیا تھا۔
(نکولس ثانی نے ۱۵ مارچ ۱۹۱۷ء کو تاج و تخت سے دستبرداری کی دستاویز پر دستخط
کردئے تھے)

(۱۶) مجلس اشراف متحدہ ـــ زمینداروں کی انقلاب دشمن تنظیم۔ جو ۱۹۰۶ء
سے لے کر ۱۹۱۷ء میں زار شاہی کا تختہ الٹنے تک قائم رہی۔ اس کا خاص مقصد
مطلق العنانی کے نظام کی، بڑی بڑی زمینی جائدادوں کی اور امراء کے مراعات کی
مدافعت کرنا تھا۔ لینن نے اس کو "مجلس جاگیرداران متحدہ" کا نام دیا تھا۔ عملی طور
پر اس مجلس نے نیم سرکاری ادارے کے حقوق اختیار کر لئے تھے جو حکومت کے
سر وہ قانونی اقدامات منڈھا کرتی تھی جن کا مقصد جاگیرداروں کے مفادات کی حفاظت
کرنا ہوتا تھا۔

(۱۷) رادشیچیف، ا۔ ن۔ (۱۷۴۹ء۔ ۱۸۰۲ء) ـــ روسی انقلابی ادیب اور
مفکّر، مشہور کتاب سینٹ پیٹرس برگ سے ماسکو کا سفر کے مصنّف۔ اس تصنیف
میں مطلق العنان اور جاگیرداری نظام کو اور روسی عوام کی حالت زار کو بے نقاب کیا گیا
تھا، یہ روسی ادب میں زر خرید کسانوں کے نظام پر کھلے عام پہلا حملہ تھا اور اس میں
انقلاب کی اور زار شاہی کا تختہ الٹنے کی پُرجوش دعوت دی گئی تھی۔

ملکہ معظمہ کیتھرین ثانی کے حکم پر رادشیچیف کو گرفتار کر لیا گیا، سینٹ پیٹر اور
سینٹ پال کے قلعے میں قید کر دیا گیا اور سزائے موت دیدی گئی۔ بعد میں یہ سزا سائبیریا
میں دس سال کی جلاوطنی میں تبدیل کر دی گئی۔ ان کی کتاب کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔

۱۸۰۱ء میں انھیں سینٹ پیٹرس برگ واپس آنے کی اجازت دے دی گئی۔
اس مادہ پرست فلسفی کی تخلیقات اور سرگرمیوں نے روس میں انقلابی تحریک کو بڑھاوا
دینے میں بڑا حصہ ادا کیا۔

(۱۸) چرنی شے وسکی، ن۔گ۔(۱۸۲۸ء - ۱۸۸۹ء) ـــــ ممتاز روسی انقلابی، جمہوریت پسند، "عظیم روسی عالم ونقاد" (بقول مارکس)؛ ۱۲ جون ۱۸۶۲ء کو انھیں سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے قلعے میں قید کر دیا گیا تھا، پھر سزا کاٹنے کے لئے سائبیریا بھیج دیا گیا جہاں سے انھیں ۱۸۸۳ء میں ہی جاکر کہیں رہائی نصیب ہوئی۔ آخری دم تک چرنی شے وسکی سماجی عدم مساوات کے اور ہر شکل میں سیاسی ومعاشی استبداد کے خلاف لڑنے والے پرجوش مجاہد رہے۔ فلسفے، سیاسی معیشت، تاریخ، اخلاقیات اور جمالیات پر انھوں نے بہت سی عمدہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی ادبی تنقید نے روسی ادب وفن کے ارتقا کو بڑا فروغ دیا۔ روس میں اور پردیسوں میں انقلابیوں کی کئی نسلوں نے ان کے ناول کیا کیا جائے؟ (۱۸۶۳ء) سے تعلیم حاصل کی۔

(۱۹) بسمارک، اوٹو، شہزادہ فان (۱۸۱۵ء - ۱۸۹۸ء) ـــــ پرشا اور جرمنی کے سرکردہ کارپرداز ریاست، جنھوں نے جنکروں، پرشائی زمیندار اشرافیہ کے مفادات کی نمائندگی کی، سلطنت جرمنی کے چانسلر (۱۸۷۱ء - ۹۰) انقلاب دشمن ذرائع سے جرمنی کو متحد کرنے کا کام انجام دیا، مزدوروں کی تحریک کے کٹر دشمن۔

(۲۰) کاؤتسکی، کارل (۱۸۵۴ء - ۱۹۳۸ء) ـــــ جرمن سوشل ڈیماکریٹی تحریک اور دوسری انٹرنیشنل کے رہنما، شروع میں مارکسی تھے، بعد میں اس سے پھر گئے؛ مرکزیت پرستی کے، جو موقع پرستی کی انتہائی خطرناک اور زہریلی قسم ہے، (کاؤتسکی ازم کے) نظریات داں تھے۔

(۲۱) پیاتاکوف، (ی۔ی) گ۔ل۔ (۱۸۹۰ء - ۱۹۳۷ء) ـــــ ۱۹۱۰ء سے بالشویک پارٹی کے ممبر۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۷ء تک تارکِ وطن کی طرح سوئٹزرلینڈ میں رہے اور پھر سویڈن میں۔ برن کانفرنس کے ڈیلی گیٹ تھے، پارٹی کے رسالے

کمیونسٹ میں مضامین لکھا کرتے تھے ؛ قوموں کے حق خودارادیت پر لینن کی مخالفت کی۔
اکتوبر انقلاب کے بعد یوکرینی سوویت حکومت کے ممبر رہے؛ ۱۹۲۰ء سے
سرکردہ معاشی اور سوویت حکومت کے اداروں میں کام کیا ؛ بارھویں، تیرھویں، چودھویں
اور سولھویں پارٹی کانگرسوں میں مرکزی کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے، کئی موقعوں پر
لیننی پارٹی پالیسیوں کی مخالفت کی جس کے باعث پارٹی سے نکال دئیے گئے۔
(۲۲) ارماند، ا۔ ف۔ (پتر ودا) (۱۸۷۴ء-۱۹۲۰ء) — ۱۹۰۴ء سے
بالشویک پارٹی کی ممبر، پیشہ ور انقلابی، بین الاقوامی خواتین، مزدور اور کمیونسٹ تحریک
میں ممتاز شخصیت ؛ ۷ - ۱۹۰۵ء کے انقلاب میں سرگرم عملی حصہ لیا ؛ کئی بار گرفتار
ہوئیں اور جلاوطن کی گئیں ؛ ۱۹۰۹ء میں تارکِ وطن ہوکر بروسیلز چلی گئیں اور ۱۹۱۰ء
میں پیرس منتقل ہوگئیں، پردیس میں روسی سوشل ڈیماکریٹی لیبر پارٹی کی تنظیم کی سکریٹری
منتخب ہوئیں ؛ ۱۹۱۲ء میں غیر قانونی طور پر روس واپس آگئیں جہاں پارٹی کی مرکزی
کمیٹی کی نمائندے کی حیثیت سے پیٹرس برگ میں چوتھی ریاستی دوما کی انتخابی مہم میں
سرگرم عملی حصہ لیا۔ پہلی عالمگیر جنگ کے دوران میں خواتین کی بین الاقوامی سوشلسٹ
کانفرنس میں (۱۹۱۵ء)، نوجوانوں کی بین الاقوامی سوشلسٹ کانفرنس (۱۹۱۵ء) . اور
زمیروالڈ اور کینتھل میں بین الاقوامی سوشلسٹ کانفرنسوں میں ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے
حصہ لیا۔ ۱۹۱۸ء سے روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی مرکزی کمیٹی کے تحت شعبۂ
خواتین کی سربراہی کی ؛ کمیونسٹ انٹرنیشنل کی دوسری کانگرس میں شرکت کی ۔
(۲۳) مارکس نے لکھا تھا: "نام نہاد جرمن دشمن لیگ جس حد تک وجود میں
ہے، صرف اشرافیہ اور بورژوازی کی کارستانی ہے۔ جاکی کلب (پیرس میں واقع
اشرافیہ کا کلب جو ۱۸۳۳ء میں قائم ہوا تھا۔ ایڈیٹر) کی پیش قدمی پر یہ وجود میں
آئی اور اکادمی، اسٹاک ایکسچینج، بعض بنک کاروں، فیکٹریوں کے مالکوں وغیرہ کی

امداد کی بدولت قائم چلی آرہی ہے۔ مزدور طبقے کا اس سے کبھی ہرگز کوئی تعلق نہیں رہا۔"

(۲۴) لینن نے اپنا مضمون جنگ چین ۱۸۹۹ء میں "آئی ہوتوآن" (پہلے انصاف وہم آہنگی کی خاطر) نام کی انجمن کی چین میں منظم کی ہوئی عوامی، سامراج دشمن بغاوت کو کچلنے کے لئے دیگر سامراجی طاقتوں — جرمنی، جاپان، برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ — کے ساتھ روس کی شرکت کے سلسلے میں لکھا تھا۔

(۲۵) روسی سوشل ڈیماکریٹی لیبر پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی پارٹی کے کارکنوں سے ملاقات (جو صیغۂ راز میں رکھنے کی خاطر "گرمائی" یا "اگست" کانفرنس کہلائی) ۱۹۱۳ء میں ۲۳ ستمبر سے یکم اکتوبر تک پرونین گاؤں میں (پولینڈ کے شہر کراکاؤ کے نزدیک) ہوئی جہاں ان دنوں لینن کا قیام تھا۔ اس کانفرنس میں جو لینن کی ہدایات کے تحت منعقد ہوئی تھی، مقامی تنظیموں کی رپورٹوں پر، پولینڈ اور لتھوینیہ کے سوشل ڈیماکریٹوں کے کام کے متعلق رپورٹ پر، مرکزی کمیٹی کے انجام دئے ہوئے کام کے متعلق رپورٹ پر، قومیتوں کے سوال پر اور دیگر مسئلوں پر بحث ہوئی۔

(۲۶) ایڈلر، وکٹر (۱۸۵۲ء - ۱۹۱۸ء) — آسٹریائی سوشل ڈیماکریٹی تحریک کے رہنما، اینگلس سے خط وکتابت کی اور دوبار یعنی ۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۹ء میں ان سے ملاقات بھی کی۔ آسٹریائی مزدوروں کی تحریک اور عام حقِ رائے دہی کی (جو ۱۹۰۷ء میں حاصل ہوا)۔ تحریک منظم کرنے میں اہم حصہ لیا۔ لیکن پارٹی کی پالیسی کے متعدد اہم مسئلوں پر، جن میں قومیتوں کا مسئلہ بھی شامل تھا، وہ بھٹک گئے اور اصلاح پسندانہ رویہ اختیار کر لیا۔ پہلی عالمی جنگ کے شروع

میں ان کے نظریات جرمن سوشل جارحیت پسند قوم پرستوں کے نظریات کے قریب تھے، پھر وہ مرکزیت پسندی کی جانب مائل ہونے لگ گئے اور ان کی پالیسی پر کاؤتسکی ازم کے زاویے سے حملہ کرنے لگے۔ مگر ان کے حملوں کا خاص نشانہ جرمن سوشل ڈیماکریٹی تحریک کا بایاں بازو تھا (کارل لیبکنیخت اور روزا لکسمبرگ)۔ نومبر ۱۹۱۸ء میں وہ ایک مختصر سی مدت کے لئے آسٹریائی حکومت میں وزیر خارجہ ہو گئے تھے۔

(۲۷) رینیر، کارل (۱۸۷۰ء-۱۹۵۰ء) — آسٹریائی سیاستداں، آسٹریائی سوشل ڈیماکریٹی تحریک کے دائیں بازو کے رہنما اور نظریات داں؛ نام نہاد آسٹریائی مارکسزم کے نظریات ساز اور "تہذیبی اور قومی خود اختیاری" کے بورژوا قوم پرست نظریے کے خالق؛ پہلی عالمگیر جنگ (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) کے دوران میں سوشل جارحیت پسند قوم پرست۔

باؤیر، اوٹو (۱۸۸۲ء-۱۹۳۸ء) — آسٹریائی سوشل ڈیماکریٹوں اور دوسری انٹرنیشنل کے رہنما، "آسٹریائی مارکسزم" کے نظریات ساز، جس میں پرولتاریہ کے انقلابی عمل کی جگہ مارکسی جملے بازی کو دے دی گئی۔

اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی جانب ان کا رویہ منفی تھا۔ بعد میں ان کے کمیونسٹ دشمن بیانات فاشزم کے نظریات دانوں کے بیانات سے بہت ملتے جلتے معلوم ہوتے تھے، وہ پان جرمن پروپگنڈے کی حمایت کرتے تھے۔

(۲۸) قومیتوں کا مسئلہ یا "خود اختیار بنانے کا عمل"۔ دراصل کانگرس کے نام خط اور ریاستی منصوبہ بندی کے کمیشن کو قانون سازی کے فرائض منصبی سونپنا کے عنوان سے لکھوائی گئی یادداشتوں کا تسلسل ہے جو دسمبر ۱۹۲۲ء میں اپنی علالت کے دوران میں لینن نے بول بول کر لکھوائی تھیں۔ یہ اس زمانے میں

لکھوائی گئی تھی جب کہ روسی فیڈریشن اور خود مختار قومی سوویت جمہوریاؤں کے باہمی تعلقات پر مرکزی کمیٹی اپنے فیصلے کا مسودہ تیار کر رہی تھی۔

اس مسئلے پر پالیسی مرتب کرنے کے لئے اگست ۱۹۲۲ء میں مرکزی کمیٹی کے مقرر کردہ خاص کمیشن کی سفارشات پر غور کرنے کے بعد لینن نے ۲۲ ستمبر ۱۹۲۲ء کو پولیٹیکل بیورو کے ممبروں کے نام ایک خط میں "خود اختیاری بنانے کے عمل" کے متعلق استالن کے اس خاکے کی پرزور تنقید کی جس میں خود اختیاری کی بنیاد پر روسی فیڈریشن کے اندر سوویت جمہوریاؤں کو داخل کر کے انھیں متحد کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اس کے بجائے لینن نے قطعی مختلف حل تجویز کیا یعنی سوویت سوشلسٹ جمہوریاؤں کی یونین کی تشکیل کی تجویز پیش کی تھی۔

مرکزی کمیٹی کے مکمل اجلاس نے ۶ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو لینن کی تجویز کی تائید کر دی۔ جمہوریاؤں کو متحد کرنے کے سلسلے میں مرکزی کمیٹی کا بعد کا سارا کام لینن کی ہدایات کے بموجب انجام پایا۔

اپنا خط بول بول کر لکھواتے ہوئے لینن کے پیش نظر براہ راست وہ تصادم تھا جو ماورائے قفقازی خطۂ جاتی کمیٹی کے، جس کے سربراہ اور جو نکدزے تھے، اور مدی وانی گروہ کے درمیان پیدا ہو گیا تھا جس نے غلط رویہ اپنایا، ماورائے قفقازی جمہوریاؤں کو معاشی اور سیاسی اعتبار سے متحد کرنے کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیں اور در حقیقت جارجیہ کی علیحدگی کو برقرار رکھنے کی جستجو کی اور اس طرح بورژوا قوم پرستوں کے ہاتھ کا کھلونا بن گیا۔